مارچ 90ء

ماہنامہ

اخبار احمدیہ

جرمنی

بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید
و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد

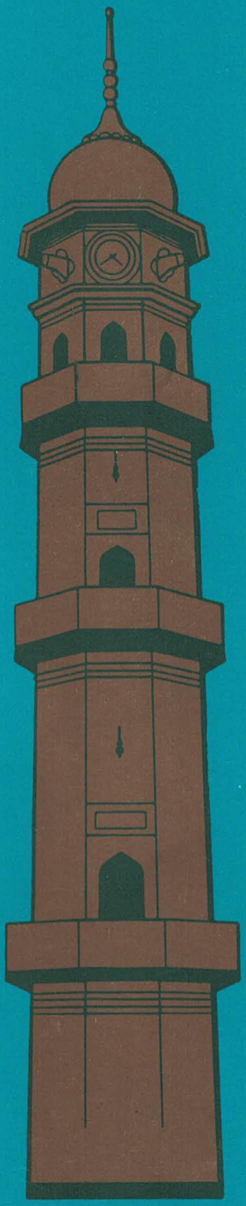

"دُنیا میں
ایک نذیر آیا
پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا
لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور
بڑے زور آور حملوں سے
اس کی سچائی ظاہر کر دے گا"

(الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

غزل آپ کے لیئے

پیارے آقا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا تازہ منظوم کلام ۔

○○○

گلشن میں پھول باغوں میں پھل آپ کے لیئے
جھیلوں پہ کھل رہے ہیں کنول آپ کے لیئے

میری بھی آرزو ہے اجازت ملے تو مَیں
اشکوں سے اِک پروؤں غزل آپ کے لیئے

مژگاں بنیں حکایتِ دل کے لیئے قلم
ہو روشنائی، آنکھوں کا جل آپ کے لیئے

اِن آنسوؤں کو چرنوں پہ گرنے کا اِذن ہو
آنکھوں میں جو رہے ہیں مچل آپ کے لیئے

دِل آپ کا ہے آپ کی جان، آپ کا بدن
غم بھی لگا ہے جان گسل آپ کے لیئے

مَیں آپ کا ہوں پر یہ مری زندگی نہیں
جس زندگی کے آج نہ کل آپ کے لیئے

اب حسرتیں بسی ہیں وہاں، آرزوؤں نے
خوابوں میں جو بنائے محل آپ کے لیئے

گو آرہی ہے میرے ہی گیتوں کی بازگشت
نغمہ سرا ہیں دشت و جبل آپ کے لیئے

گرہیں تمام کھل گئیں جز آرزوئے وصل
رکھ چھوڑا ہے اس عقدہ کا حل آپ کے لیئے

کل آنے کا جو وعدہ تھا آکر تو دیکھتے،
تڑپا تھا کوئی کِس طرح کل آپؐ کے لیئے

ہر لمحۂ فراق ہے عمرِ درازِ غم
گزرا نہ چین سے کوئی پَل آپ کے لیئے

آجائیے کہ سکھیاں یہ مِل مِل کے گائیں گیت
موسم گئے ہیں کتنے بدل آپ کے لیئے

ہم جیسوں کے بھی دید کے سامان ہو گئے
ظاہر ہوا تھا حسنِ ازل آپؐ کے لیئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ

اخبارِ احمدیہ

جرمنی

امان ۔۔۔۔ ۱۳۶۹ ہش

مارچ ۔۔۔۔ ۱۹۹۰ء

مجلسِ ادارت :

نگران : مولانا عطاء اللہ کلیم

ایڈیٹر : مغفور احمد

نائب ایڈیٹر : عبدالرحیم احمد

معاونین : ڈاکٹر وسیم احمد
شیخ عبدالہادی

○○○

پبلشر : اسماعیل نوری

○○○

فہرست مضامین

- قرآن مجید ، حدیث
- احکام القرآن
- منظومات حضرت اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ
- خطبہ جمعۃ المبارک ۲۲ دسمبر ۱۹۸۹ء
- رحمۃ اللعالمین ۔ عالم اطفال
- سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک پہلو
- حیاۃ طیبہ
- آسمان پر دعوت حق کے لیئے اک جوش ہے
- مشرقی یورپ میں زبردست انقلاب
- عالم عرب میں وفات مسیحؑ کا اقرار
- روزہ کے مسائل
- انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت
- جماعت احمدیہ پر نازل ہونے والے افضال الٰہی
- مشاہدات قادیان دار الامان
- ندائے حق
- نظام شمسی ۔ اور کائنات میں اسکی اہمیت
- وزیر اعظم پاکستان کے نام ایک خط
- تعارف کتب "مسیحی انفاس"
- سپورٹس رپورٹ
- اوقات سحر و افطار
- اعلانات
- اقتباسات
- اور بہت کچھ

قرآن مجید

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ○ وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ○ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ○ (سورة الجمعہ : رکوع ۱)

ترجمہ:- وہی خدا ہے جس نے ایک ان پڑھ قوم کی طرف اسی میں سے ایک شخص کو رسول بنا کر بھیجا (جو باوجود ان پڑھ ہونے کے) اُن کو خدا کے احکام سُناتا ہے۔ اور ان کو پاک کرتا ہے، اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے، گو وہ پہلے بڑی بھول میں تھے۔ اور ان کے سِوا دوسری قوم میں بھی اس کو بھیجے گا جو ابھی تک اُن سے ملی نہیں۔ اور وہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ اور اللہ بڑے فضل والا ہے ؞

حدیث

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۃ جمعہ نازل ہوئی۔ جس میں یہ آیت بھی تھی وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ۔ حضور سے پوچھا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ آخرین سے کون لوگ مراد ہیں؟ جن کا اس آیت میں ذکر ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ یہاں تک کہ حضورؐ سے تین مرتبہ دریافت کیا گیا۔ اسی مجلس میں حضرت سلمان فارسیؓ بھی بیٹھے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک حضرت سلمان فارسیؓ پر رکھ کر فرمایا کہ اگر ایمان ثریا کے پاس بھی ہوگا تو اِن (اہل فارس) میں سے ایک شخص یا ایک سے زائد اشخاص اس کو پالیں گے"۔ (بخاری کتاب التفسیر سورۃ جمعہ)

اس حدیث نبوی نے قرآن مجید کی اس آیت کی بالکل واضح تفسیر کردی ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اوّل: اس میں کسی شخص کی بعثت کی پیشگوئی کی گئی ہے، جس کی آمد گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی آمد تصوّر کی جائے گی۔ دوم: اس کے ماننے والے صحابہؓ کے رنگ میں رنگین ہو کر صحابی کہلانے کے مستحق ہوں گے۔ سوم: وہ شخص فارسی الاصل ہوگا۔ چہارم: وہ ایسے زمانہ میں مبعوث ہوگا جب اسلام دنیا سے اٹھ جائے گا، اور قرآن کے صرف الفاظ دنیا میں رہ جائیں گے۔ پنجم: اس کا کام کوئی نئی شریعت لانا نہ ہوگا بلکہ قرآنی تعلیمات کو ہی ان کی اصل حالت میں دنیا میں قائم کردے گا۔ اور قرآن کریم کی طرف ہی لوگوں کو بلائے گا۔ (گویا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں بعثتوں کو سورۃ جمعہ میں جمع کر دیا گیا ہے) یہ تمام باتیں روز روشن کی طرح حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود اور مہدی معہود علیہ السلام کے مقدس وجود میں پوری ہو رہی ہیں۔ ع

کوئی بتلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے ؞

احکام القرآن

مولانا عطاء اللہ صاحب کلیم

"جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے، وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے اوپر بند کرتا ہے۔" (ارشاد سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

(۲۴) فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا (بقرۃ آیت ۲۲)
پس تم سمجھتے ہوئے اللہ کے ہمسر نہ بناؤ۔

(۲۵) وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ (بقرۃ آیت ۴۲)
اور تم اس کے سب سے پہلے کافر نہ بنو۔

(۲۶) وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا (بقرۃ آیت ۴۲)
اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑی قیمت نہ لو۔

(۲۷) وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ (بقرۃ آیت ۴۳)
اور جانتے ہوئے حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ، اور نہ حق کو چھپاؤ

(۲۸) وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ (بقرۃ آیت ۶۱)
اور مفسد بن کر زمین میں خرابی نہ پیدا کرو۔

(۲۹) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا (بقرۃ آیت ۱۰۵)
اے ایماندارو (رسول کو مخاطب کرکے) راعنا مت کہو۔

(۳۰) وَاصْفَحُوْا (بقرۃ آیت ۱۱۰)
اور ان سے درگزر کرو۔

(۳۱) وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى (بقرۃ آیت ۱۲۶)
اور ابراہیم کے کھڑے ہونیکی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ۔

(۳۲) طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ (بقرۃ آیت ۱۲۶)
اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو تاکیدی حکم دیا تھا کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنیوالوں اور رکوع کرنیوالوں اور سجود کرنیوالوں کے لیے پاک اور صاف رکھو۔

(۳۳) قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ (بقرۃ آیت ۱۳۷)
تم کہو کہ ہم اللہ پر اور جو کچھ ہماری طرف اتارا گیا ہے اور جو کچھ ابراہیم، اسمٰعیل، اسحٰق، یعقوب اور باقی انبیاء کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا تھا اس تمام وحی پر ایمان رکھتے ہیں اور ہم ان میں سے ایک نبی اور دوسرے نبی کے درمیان کوئی بھی فرق نہیں کرتے اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔

(۳۴) فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ (بقرۃ آیت ۱۴۵)
سو اب تو اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیر لے اور اے مسلمانو! تم بھی جہاں کہیں ہو اسی کی طرف اپنے منہ کیا کرو۔

(۳۵) فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ (بقرۃ آیت ۱۴۸)
پس تو شک کرنے والوں میں سے ہرگز نہ بن۔

(۳۶) فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ (بقرۃ آیت ۱۴۹)
سو تم نیکیوں کے حصول میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔

(۳۷) فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ (بقرۃ آیت ۱۵۱)
سو تم ان ظالموں سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو

(۳۸) وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ (بقرۃ آیت ۱۵۳)
اور میرے شکر گزار بنو اور میری ناشکری نہ کرو۔

(۳۹) وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ (بقرۃ ۱۵۵)
اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں ان کے متعلق یہ مت کہو کہ وہ مُردہ ہیں

(۴۰) وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ (بقرۃ ۱۵۶)
اور (اے رسول) تو صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دے۔

(۴۱) يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا (بقرۃ ۱۶۹)
اے لوگو جو کچھ زمین میں ہے اس میں سے جو کچھ حلال اور پاکیزہ ہے اسے کھاؤ۔

(۴۲) وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (بقرۃ آیت ۱۷۳)
اور اگر تم واقعہ میں اللہ ہی کی عبادت کرتے ہو تو اس کا شکر بھی ادا کیا کرو۔

(۴۳) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى (بقرۃ ۱۷۹)
اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم پر مقتولوں کے بارہ میں بدلہ لینا فرض کیا گیا ہے۔

پاکستان میں مذہبی انتہا پسندی کا ردِ عمل بھارت میں بہت خطرناک ہوگا

دنیا بھر میں مسلمانوں کو جب بھی کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو سب سے زیادہ دکھ احمدی کو ہوتا ہے

ہندوستان کے مسلمانوں پر ظلم کے خلاف سب سے شدید عالمی مہم جماعت احمدیہ نے چلائی

مسلمان کی تعریف اور جماعت احمدیہ کے خلاف آرڈیننس میں واضح تضادات موجود ہیں

خطبہ جمعہ فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

مورخہ ۲۲ فتح ۱۳۶۸ ہش (۲۲ دسمبر ۱۹۸۹ء) بمقام مسجد فضل لندن۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

پاکستان میں جماعت احمدیہ کے خلاف جو ظلم و تعدی کی تحریک بڑے زور و شور سے جاری ہے۔ اس سے متعلق مختلف وقتوں میں میں جماعت کے سامنے حالات رکھتا رہتا ہوں۔ آج کے خطبے میں میں نے یہ موضوع چُنا ہے کہ اس تحریک کا وہ پس منظر کیا ہے جو خالصتہً دینی حیثیت رکھتا ہے اور جس کا تعلق احمدیوں کو مسلمانوں کے اسلام کے دائرہ سے خارج کر کے غیر مسلم بنانا ہے۔ غالباً اس سے پہلے میں نے بعض خطبوں میں ان امور کی طرف اشارہ کیا ہے یا بعض ابتدائی خطبوں میں تفصیلی بحث بھی کی ہوگی لیکن چونکہ ہماری نئی نسلیں اور نئے آنے والے احمدی زیادہ تر اس پس منظر سے بے خبر ہیں۔ اس لئے کبھی کبھی ان باتوں کو دہرانا اور یاد کرانا مفید ہو سکتا ہے۔

مُسلمان کی تعریف کیا ہے؟ جماعت احمدیہ کے خلاف ایک دَور تو وہ تھا کہ جب محض فتووں پر بنار کی جاتی تھی اور کثرت کے ساتھ تمام ہندوستان کے علماء ہی نہیں بلکہ ارض حجاز کے علماء سے اور دیگر ملکوں کے علماء سے فتوے لئے گئے اور شائع کئے گئے۔ جن کے ذریعے عوام الناس کو یقین دلانے کی کوشش کی گئی کہ احمدی قطعی طور پر دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک میں بھی زیادہ تر بنار انہیں فتاویٰ پر تھی لیکن جب ۱۹۵۴ء میں منیر انکوائری کمیشن نے جو عدلیہ کے بہت ہی ممتاز اور غیر معمولی قابلیت رکھنے والے دو منصفین پر مشتمل تھا یعنی جسٹس محمد منیر اور جسٹس کیانی، تو انہوں نے پہلی بار اس سوال کو ایک اور نقطۂ نگاہ سے کھنگالا اور علماء کے سامنے معین طور پر یہ مسئلہ رکھا کہ جب تم کسی کو غیر مسلم قرار دیتے ہو تو تمہارے لئے لازم ہے کہ اس سے پہلے مسلمان کی تعریف

کرو، اور جب تک تم کسی چیز کی تعریف نہیں کرتے اور یہ ثابت نہیں کرتے کہ وہ تعریف اس شخص پر صادق نہیں آرہی جس کو تم اس تعریف سے باہر قرار دے رہے ہو، اس وقت تک تمہارا قانونی حق نہیں بنتا کہ کسی کے متعلق اپنی رائے کو ہی قانون بنالو چنانچہ معین طور پر ۱۹۵۳ء کے فسادات کے متعلق عدالتی تحقیقات کے دوران جو ۱۹۵۴ء میں دراصل کی گئی اس زمانے کے چوٹی کے نو علماء سے جسٹس منیر اور جسٹس کیانی نے اسلام کی تعریف سے متعلق متعین سوالات کئے۔ یہ بہت ہی دلچسپ باب ہے اور REPORT OF THE COURT OF INQUIRY CONSTITUTED UNDER PUNJAB ACT II OF 1954 TO ENQUIRE INTO THE PUNJAB DISTURBANCES OF 1953.

یہ ہے ٹائٹل اس کتاب کا جو ۱۹۵۴ء میں گورنمنٹ پرنٹنگ پنجاب پریس سے شائع ہوئی۔ اس کے صفحات ۲۱۵ سے ۲۱۸ پر یہ دلچسپ بحث موجود ہے، اس کا خلاصہ میں نے تیار کیا ہے تاکہ آپ کے علم میں مسلمان کی تعریف کا وہ پس منظر لیکر آؤں جو اس زمانے تک بعض علماء کے نزدیک سمجھی جا رہی تھی۔ سب سے پہلے وہ ذکر کرتے ہیں کہ مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادری سے جب یہ سوال کیا گیا کہ مسلمان کی کیا تعریف ہے؟ تو انہوں نے ۶ نکاتی جواب دیا۔ خلاصہ اس کا یہ ہے، انہوں نے کہا۔ توحید پر ایمان لاتا ہو۔ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لاتا ہو۔ آنحضرتؐ صلی اللہ کو آخری نبی تسلیم کرتا ہو۔ قرآن کریم پر ایمان کہ یہ خدا کا کلام ہے، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کو واجب التسلیم یقین کرتا ہو، اور قیامت پر ایمان لاتا ہو۔

اس تعریف کی کوئی بنیاد انہوں نے بیان نہیں کی۔ قرآن اور سنت کی رُو سے کس بات پر انہوں نے بنا رکھی ہے جس کی رُو سے یہ تعریف بنائی اور اس تعریف میں اور اس تعریف میں جو بالعموم مسلمانوں میں رائج چلی آتی تھی یعنی تفصیلی تعریف۔ اس میں بعض بنیادی فرق ہیں۔ مثلاً قرآن کریم پر ایمان کا ذکر مگر دیگر کتب سماوی پر ایمان کا کوئی ذکر نہیں۔ ملائکہ پر ایمان کا کوئی ذکر نہیں۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان کا تو ذکر ہے مگر کل انبیاء کی رسالت پر ایمان کا کوئی ذکر نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک کے علماء کے نزدیک اسلام کی کوئی واضح تعریف تھی ہی نہیں اور جس شخص کے منہ میں جو بات آئی اس نے اس موقعہ پر کر دی۔ دوسرے نمبر پر وہ مولانا احمد علی صاحب جمعیت علمائے اسلام کے نمائندے کا جواب درج کرتے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: اگر کوئی قرآن پر ایمان لاتا ہے، رسول اللہ کی حدیث پر ایمان لاتا ہے تو اسے مسلمان کہلانے کا حق ہے، قطع نظر اس کے کہ وہ کسی اور چیز پر ایمان لاتا ہے یا نہیں لاتا۔ اس لئے باقی ارکان اسلام جو تھے ان کا صفایا انہوں نے کر دیا اور منجملہ یہ کہنا کافی سمجھا، اگر صفایا نہیں کیا کہ چونکہ قرآن پر ایمان لے آیا ساری باتیں اس میں شامل ہوگئیں۔ اس لحاظ سے ایک جامع تعریف تو بنتی ہے لیکن قرآن کریم کی تمام تفاصیل پر ایمان لانے کی جب بحث اٹھ جائے تو ایک اتنا لمبا قضیہ شروع ہو جاتا ہے کہ اس کو مسلمان کی تعریف کہنا ہی غلط ہے۔ کیونکہ جسٹس منیر نے جو ایسے سوالات کئے ان سوالات سے پہلے انہوں نے تعریف کی تعریف کرکے ان کو بتایا کہ تعریف اس کو کہتے ہیں جو کم سے کم الفاظ میں کسی چیز کی تصویر کامل صورت میں بیان کر دے، تو کم سے کم الفاظ تو ہیں لیکن اس کے اندر یہ بات مضمر ہے کہ قرآن کریم کی تفصیلی بحثیں اٹھائی جائیں گی اور قرآن کریم کے کسی ادنیٰ سے حکم پر بھی اگر کوئی عمل نہیں کرتا۔ یا حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہونے والی کسی حدیث پر عمل نہیں کرتا تو دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔

تیسرا سوال مولوی مودودی صاحب! ابوالاعلیٰ کہلانے والے مودودی صاحب سے کیا گیا اور ان کا جواب اس میں کوئی شک نہیں کہ مدلل تھا، صحیح سند رکھتا تھا اور کافی وشافی سمجھا جانا چاہئے تھا کیونکہ انہوں نے پانچ ارکان اسلام ہی بیان کئے اس سے زائد کوئی بات نہیں کی۔ انہوں نے فرمایا جو شخص توحید پر ایمان لاتا ہو، انبیاءؑ پر منجملہ ایمان لاتا ہو، تمام الٰہی کتب پر ایمان لاتا ہو، ملائکہؑ پر ایمان لاتا ہو، یوم الآخر پر ایمان لاتا ہو، وہ مسلمان ہے۔

چونکہ اس میں ختم نبوت کا کوئی ذکر نہیں ملتا اور کوئی ایسی شق وہ زائد نہیں کر سکے کیونکہ قرآن وسنت اس کی اجازت نہیں دیتے تھے جس کی رو سے وہ احمدیوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دے سکتے۔ اس لئے تعجب سے عدالت نے ان سے یہ معین سوال کیا کہ کیا ان باتوں پر ایمان لانا مسلمان کہلانے کیلئے کافی ہے اور کسی اور چیز کی ضرورت نہیں اور وہ اسلامی سلطنت میں مسلمان کہلائے گا؟ تو جواب تھا: ہاں۔ پھر سوال ہوا کہ اگر کوئی ان پانچوں باتوں پر ایمان لاتا ہو تو کیا کسی کو حق ہے کہ اس کے ایمان کے وجود پر اعتراض کر سکے؟ تو جواب تھا کہ جو پانچ ضروریات میں نے بیان کی ہیں یہ بنیادی ہیں۔ اگر کوئی ان میں تبدیلی کرے تو وہ دائرہ اسلام سے باہر نکل جائے گا۔

گویا اس سے پہلے علماء کے جواب میں جہاں جہاں ان پانچ باتوں سے انحراف کیا گیا ہے اور تعریف میں تبدیلی کی گئی ہے یا بعد میں آنے والے علماء نے ان پانچ باتوں کے علاوہ کچھ بیان کیں یا ان میں کوئی تبدیلی کی تو وہ بھی مولانا صاحب کی اس تعریف سے دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے، لیکن جیسا کہ آخر پر ظاہر ہوگا، احمدی خارج نہیں ہوئے اور باقی سب علماء چونکہ اس تعریف سے انحراف

کرتے رہے ہیں وہ خارج ہو جاتے ہیں۔ یہ کہنا شائد درست نہ ہو کہ احمدی خارج نہیں ہوتے، باقی ہو جاتے ہیں کیونکہ جماعت احمدیہ نے جو بیان دیا ہے وہ کلمہ توحید اور کلمہ رسالت کا اقرار کرنا ہے اور اس کی تفصیل یہ بیان نہیں کی جو یہ پانچ نکات ہیں۔ اس لیئے مولانا مودودی کی تعریف کی رو سے سوائے ان کی ذات کے باقی سارے جماعت اسلامی والے بھی جو اس کے سوا کوئی تعریف کرتے ہوں، دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں۔

غازی سراج الدین صاحب نے بس اسی پر اکتفا کی کہ جو شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا اقرار کرتا ہے اور رسول اللہ کی پیروی کرتا ہے تو وہ مسلمان ہے۔

عدالت نے علماء کے سامنے یہ سوال بار بار اٹھایا کہ پیروی کرنے کی شرط اگر ضروری ہے تو عملاً جو شخص احکامِ اسلام کے بعض حصّوں پر عمل پیرا نہیں ہے اس کے متعلق کیا فتویٰ ہے؟ تو باقی سب علماء نے جن سے بھی یہ سوال کیا گیا' یہ فتویٰ دیا کہ وہ پھر بھی مسلمان رہتا ہے لیکن غازی سراج الدین کی تعریف سے یہ بات نکلتی ہے کہ کوئی شخص جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی نہیں کرتا کسی معاملے میں' وہ دائرہ اسلام سے باہر نکل جاتا ہے۔

مفتی محمد ادریس صاحب جامعہ اشرفیہ نے ایک لمبی تعریف کی اور ساتھ یہ بھی اقرار کیا کہ میرے لیئے ان تمام امور کا ذکر تقریباً' ناممکن ہے جو مسلمان بنانے کیلئے ضروری ہیں کیونکہ انہوں نے بناء رکھی ضروریات دین پر کہ جو ضروریات دین پر ایمان لاتا ہو وہ مسلمان ہے' جب عدالت نے یہ سوال کیا کہ ضروریات دین ہیں کیا؟ تو اس موقعہ پر انہوں نے اقرار کیا کہ یہ اتنی لمبی فہرست ہے کہ میرے لیئے ناممکن ہے' لفظ استعمال کیتے ہیں تقریباً' ناممکن ہے کہ میں ان تمام ضروریات کو بیان کرسکوں، گویا کہ جواب مبہم رہا۔

شیعہ عالم حافظ کفایت حسین صاحب نے جو ادارہ حقوق تحفظ شیعہ سے تعلق رکھتے تھے' تین باتیں بنیادی طور پر بیان کیں "توحید¹، نبوت²، قیامت³ اس کے سوا کتب پر ایمان لانا، ملائکہ پر ایمان لانا، یہ انہوں نے ضروری نہیں سمجھا" ان کے علاوہ ضروریاتِ دین پر ایمان لانا بھی ضروری ہے"، اور ضروریاتِ دین کی تفصیل بیان نہیں کی۔

مولانا عبدالحامد بدایونی صاحب کا جواب یہ تھا کہ ضروریات دین پر ایمان لائے وہ مومن ہے اور جو مومن ہے وہ مسلمان بھی ہے۔

ان سے بھی عدالت نے معین سوال کیا کہ ضروریات دین ہیں کیا؟ اس کا جواب یہ تھا کہ جو شخص پانچ ارکان اسلام پر ایمان لاتا ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت پر ایمان لاتا ہو وہ ضروریات دین کو پورا کر دیتا ہے تو عملاً' ان کی تعریف وہی بن گئی کہ جو پانچ ارکان اسلام ہیں، وہی دراصل کسی کو مسلمان بنانے کیلئے کافی ہیں۔ ان پر ایمان لانا مسلمان بنانے کے لیئے کافی ہے۔ اس پر عدالت نے سوال کیا کہ اس کے علاوہ اور بھی ایسے امور ہیں جو کسی کے مسلمان ہونے یا دائرۂ اسلام سے باہر ہونے پر اثر انداز ہوتے ہیں؟ تو جواب تھا کہ ہاں اور بھی ہیں۔ سوال ہوا کہ کیا آپ ایسے شخص کو مسلمان نہیں کہیں گے جو ارکان خمسہ اور رسالت پر تو ایمان لاتا ہو لیکن چوری کرتا ہو، امانت میں خیانت کرتا ہو، ہمسایوں کی بیویوں پر گندی نظریں ڈالتا ہو اور حد سے بڑھی ہوئی احسان فراموشی کا مرتکب ہو؟ جواب تھا کہ چاہے وہ یہ ساری باتیں کرے اگر وہ ارکان اسلام پر ایمان لاتا ہے تو وہ مسلمان ہے۔

محمد علی کاندھلوی صاحب نے بیان دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل میں جو ضروریات دین پر عمل کرتا ہے وہ مسلمان ہے۔ یہاں صرف ایمان کی بات نہیں اٹھائی بلکہ عمل کی بات اٹھائی۔ سوال ہوا کہ ضروریات دین کیا ہیں؟ تو اس کا جواب تھا کہ ضروریات دین وہ تقاضے ہیں جو ہر مسلمان کو معلوم ہیں خواہ وہ عالم دین ہو یا نہ ہو۔ یعنی ضروریات دین اسلام کا صاف ظاہر و باہر تصور ہے جو دنیا کے ہر مسلمان کو معلوم ہے خواہ وہ عالم دین ہو یا نہ ہو۔ جب سوال ہوا کہ وہ ضروریات دین گنوائیے تو سہی تو جواب دیا کہ میں نہیں جانتا، میں تمام ضروریات کو بیان کرنے کا اہل نہیں ہوں۔

...... یہ وہ چوٹی کے علماء سمجھے جاتے تھے جو اینٹی احمدیہ ایجی ٹیشن سے یعنی جماعت کے خلاف تحریک کے سربراہ تھے۔

مولانا امین احسن اصلاحی صاحب نے مسلمانوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا ایک سیاسی مسلمان اور ایک حقیقی مسلمان۔ سیاسی مسلمان کی دس شرطیں گنوائیں اور سیاسی مسلمان بننے کیلئے جو شرطیں ان کے نزدیک ضروری ہیں وہ یہ ہیں: توحید¹، ختم نبوت²، تقدیر خیر و شر³، ایمان بالآخرۃ⁴، قرآن⁵ آخری کتاب دیگر کتب پر ایمان ضروری نہیں ہے)، حج⁶، زکوٰۃ⁷، مسلمانوں⁸ کی طرح نماز کی ادائیگی تمام⁹ ظاہری قوانین جو اسلامی معاشرہ پر لاگو ہوتے ہیں اس سب پر عمل پیرا ہونا (ملائکہ پر ایمان بیچ میں سے کھا گئے ہیں، اس کی ضرورت ہی نہیں سمجھی) اور روزہ¹⁰۔

فرماتے ہیں یہ دس باتیں کرنے کے باوجود وہ صرف سیاسی مسلمان بنے گا' ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ ان پر ایمان لانا ہی کافی ہے، ان پر عمل کرنا سیاسی مسلمان ہونے کیلئے ضروری نہیں ہے۔

سوال: کیا آپ کے نزدیک سیاسی اور حقیقی مسلمان میں یہی فرق ہوگا کہ جو ایمان لائے اور عمل نہ کرے وہ سیاسی اور ایمان لائے اور عمل بھی کرے وہ حقیقی مسلمان؟ تو جواب تھا، میرا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ عمل ضروری ہے،

لیکن اگر کوئی ان باتوں پر عمل نہ بھی کرے تو وہ سیاسی مسلمان کی تعریف سے باہر نہیں نکلتا۔ پھر عدالت نے سوال کیا: اگر کوئی سیاسی مسلمان آپ کی اِن دس باتوں سے اتفاق نہ کرے یعنی یہ کہے کہ آپ نے جو دس باتیں ضروری قرار دی ہیں، مجھے ان سے اتفاق نہیں ہے میں نہیں مانتا اس تعریف کو، تو کیا آپ اس کو بے دین کہیں گے، جواب تھا نہیں میں اس کو بے عمل کہوں گا۔

یہ ہے خلاصہ اور آخر پر وہ لکھتے ہیں دسویں نمبر پر کہ صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے جو تعریف تحریری طور پر موصول ہوئی ہے، وہ یہ ہے' جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ہو اور کلمہ طیّبہ پر ایمان لاتا ہو۔ یہ مختصر تعریف جماعت احمدیہ کی طرف سے پیش کی گئی۔

مسلمان کی ایک نئی تعریف :

اس تعریفی بحث کے بعد جو ۱۹۷۴ء تک کا عرصہ گزرا ہے ظاہر ہے کہ اس عرصہ میں کوئی نیا دین نازل نہیں ہوا، قرآن کریم میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ کوئی ایسی احادیث منکشف نہیں ہوئیں جو پہلے ان علماء کے علم میں نہیں تھیں۔ گذشتہ علماء کی کتب میں جو قرونِ وسطیٰ کے علماء ہیں، کوئی ایسا اضافہ نہیں ہوا جس کی بناء پر ان کو نئی تعریفیں معلوم ہو گئی ہوں۔ غرض یہ کہ اسلام کی علمی دنیا خود ان کے نزدیک اس وقت تک پایۂ تکمیل کو پہنچ چکی تھی اور کوئی ایسی نئی رہنمائی ان کو حاصل نہیں ہوئی جس کی رُو سے یہ اپنی تعریفیں تبدیل کر سکتے لیکن چونکہ علم پر بناء ممکن نہیں تھی اس لئے سازش پر بناء کی گئی اور یہ سارے فرقے جن میں سے بعض کی نمائندگی ان تو علماء نے کی اور بعض دُوسرے فرقے بھی جن کی نمائندگی نہیں ہوئی ان سب نے اس سازش پر اتفاق کیا کہ ہمیں صرف وہی تعریف منظور ہو گی جس کی رُو سے اور کوئی دائرہ اسلام سے خارج ہو یا نہ ہو، جماعت احمدیہ قطعی طور پر دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اس تعریف کا ذکر کرتے ہوئے ممتاز حسین شاہ صاحب ایڈووکیٹ جنہوں نے ایک بہت ہی دلچسپ اور عالمانہ اور خیال انگیز کتاب حال ہی میں شائع کی ہے، اس کا عنوان ہے "آمریت کے سائے" یہ کتاب شاہین لاء بک ہاؤس نے شائع کی، ۲۸۔ سیفی بلڈنگ نزد لائٹ ہاؤس سینما، ایم اے، جناح روڈ کراچی اس کا پتہ ہے" یعنی ملنے کا پتہ یا اشاعت کا پتہ۔

اس میں یہ بحث اٹھاتے ہیں اور مسلمان کی تعریف اور آئین میں ترامیم کے تحت لکھتے ہیں کہ "ضیاء الحق نے آئین کے آرٹیکل نمبر ۲۶۰ میں ترمیم کر کے مسلم اور غیر مسلم کی تعریف اس طرح کی :

مُسلم : جو شخص اللہ کی وحدانیت اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت پر ایمان رکھتا ہو، آپ کو آخری نبی مانتا ہو اور آپ کے علاوہ کسی بھی شخص کو نبی یا مصلح تسلیم نہ کرتا ہو، وہ مسلم ہے یا

اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْآنِ

"حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظِلّ تھے۔ سو تم قرآن کو تدبّر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو، ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔ کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْآنِ کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں۔ یہی بات سچ ہے۔ افسوس اُن لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہیں"

(کشتیٔ نوحؑ صد ۳۸، مطبوعہ نظارت اشاعت ربوہ)

غیر مُسلم : (کی تعریف یہ کی) جو شخص مسلم نہ ہو، یا جس کا تعلق عیسائی یا ہندو، سِکھ، بدھ یا پارسی فرقوں سے ہو، وغیر مسلم ہے"۔ (آمریت کے سائے ۲۷۳)

اس پر یہ لکھتے ہیں :

"یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ قادیانی جماعت کو غیر مسلم بنانا خاصا مشکل کام تھا اس لئے کہ مسلمان کی تعریف تو صرف یہ تھی کہ جو شخص توحید و رسالت پر ایمان لے آئے وہ مسلمان ہے یعنی جو شخص بھی کلمہ طیبہ پڑھ لے اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اپنی زبان سے ادا کرے وہ مسلمان ہو جاتا ہے۔ ایک مسلمان کے لئے جن باتوں پر ایمان لانا ضروری تھا ان میں توحید، رسالت، فرشتوں، آسمانی کتابوں، خیر و شر کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونا اور حیات بعد الموت شامل ہیں، قادیانی جماعت ان جملہ باتوں پر ایمان رکھتی ہے"۔ (آمریت کے سائے صد ۳۷۳، ۳۷۴)

اس لئے کوئی آسان کام نہیں تھا کہ جماعت احمدیہ کو اس تعریف کی رُو سے باہر نکالا جا سکے۔ پس ضیاء الحق صاحب نے یا اس سے پہلے ۱۹۷۴ء میں علماء نے مل کر جو سازش تیار کی وہ یہ تھی کہ ایسی تعریف کریں جس میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ کو اور پانچ ارکان اسلام کو مسلمان بنانے کیلئے کافی نہ سمجھا جائے اور ایک ایسی زائد شرط لگا دی جائے جس کی رُو سے احمدی جماعت باہر نکل جائے، باقی دوسرے فرقے بیچ میں رہیں یا نہ رہیں، اس سے قطع نظر۔ لیکن اس تعریف پر مزید گفتگو سے پہلے میں ایک اور دلچسپ بات آپ کے سامنے رکھنی چاہتا ہوں۔ اس بحث کے آخر پر یہی مصنف لکھتے ہیں کہ ـــــ "مسلمان کی تعریف" کے ہی سلسلہ میں جناب ارشاد احمد حقانی صاحب ایک خط کا ذکر کرتے ہوئے اپنے کالم روزنامہ جنگ لاہور، مورخہ ۱۷ فروری ۱۹۸۴ء میں تحریر کرتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ لاہور ہائی کورٹ میں جسٹس ایم، آر کیانی نے علماء سے مسلمان کی تعریف دریافت کی تو علماء نے آپس میں مشورہ کے بعد کہا تھا کہ "ہمیں اس کے لئے کچھ مہلت دیجئے" (تاکہ وہ تعریف بنا سکیں)، تو جسٹس موصوف نے اپنے مخصوص انداز میں فرمایا کہ "آپ کو ڈیڑھ ہزار سال

کی مہلت مل چکی ہے اس سے زیادہ مہلت دینا اس عدالت کے اختیار میں نہیں ہے“
(آمریت کے سائے ص ۳۷۵)

توجس قوم کو ڈیڑھ ہزار سال میں اپنی ماہیت کی تعریف نہ معلوم ہوئی ہو، اس کو کیا حق پہنچتا ہے کہ ڈیڑھ ہزار سال یا چودہ سو سال کے انتظار کے بعد ایک نئی تعریف ایجاد کرے جو سابقہ تمام تعریفوں کو ناکافی اور نااہل قرار دے دے، یہ ہے بنیادی بحث جس کی طرف اس دلچسپ تبصرے میں اشارہ کیا گیا ہے اور جسٹس کیانی کو آپ میں سے بہت سے جانتے ہوں گے کہ بڑے ہی ذہین و فطین انسان تھے اور بہت ہی دلچسپ تبصرے کیا کرتے تھے۔ ان کے تبصروں میں یہ تبصرہ ایک شاہکار ہے کہ مولانا پندرہ سو سال آپ کو ملے ہیں، ڈیڑھ ہزار سال، اور اب مزید مہلت دینا عدالت ہذا کے اختیار میں نہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اس چودہ سو سال یا پندرہ سو سال (پندرہ سو سال توعموماً انہوں نے ایک راؤنڈ فگر کے طور پر بیان کئے) عملاً چودہ سو سال سے کچھ عرصہ کم گزرا تھا۔ اس عرصے میں جو تعریف پہ اکٹھے نہ ہو سکے اور اس وقت تک اتنا اختلاف رہا کہ جسٹس منیر یہ لکھنے پر مجبور ہو گئے انہیں تعریفوں کے ذکر کے بعد کہ اب صورت حال یہ واضح ہوتی ہے کہ اگر ہم ان نو علماء کی تعریف سے اتفاق نہ کریں اور اپنی ایک الگ تعریف بنالیں تو ان سب کے نزدیک متفقہ طور پر ہم دائرۂ اسلام سے خارج ہو جائیں گے اور ان میں سے کسی ایک کی تعریف سے بھی اتفاق کریں، کسی ایک کی تعریف سے بھی تو تمام دوسرے علماء کے نزدیک ہم دائرۂ اسلام سے خارج ہو جائیں گے۔ یہ وہ آخری شکل تھی ۱۹۷۴ء تک وسیع اسلامی تاریخ پر پھیلے ہوئے ان سارے موضوعات کی بحثوں کا جو خلاصہ علماء نے بیان کیا وہ آپ کے سامنے جسٹس منیر نے ان کی جوابات کی صورت میں رکھدیا اور ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے متفق نہیں تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ اس ۱۹۵۳ء کے بعد سے لیکر ۱۹۷۴ء تک وہ کون سی نئی شریعت ان پر نازل ہوئی ہے جس کی رُو سے انہوں نے ایک متفقہ تعریف بنالی۔ بہرحال جو تعریف بنائی گئی اس میں پھر اس مصنف کے نزدیک ضیاء الحق صاحب نے ترمیم کی اور ترمیم شدہ صورت تعریف کی یہ نکلی کہ ”جو شخص اللہ کی وحدانیت اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان رکھتا ہو، آپ کو آخری نبی مانتا ہو اور آپ کے علاوہ کسی بھی شخص کو نبی یا مصلح تسلیم نہ کرتا ہو، وہ مسلمان ہے“۔ اس تعریف کی رُو سے تمام وہ مسلمان جو اس سے پہلے قرونِ اولیٰ سے اب تک گذرے ہیں وہ سارے غیر مسلم بن جاتے ہیں کیونکہ اسلام کی تعریف جو قرآن نے کی ہے اس کی رُو سے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانا کافی نہیں ہے بلکہ تمام انبیاء پر ایمان لانا ضروری ہے، اسی طرح ملائکہ کا ذکر نہیں یوم آخرت کا ذکر نہیں، دیگر کتب پر ایمان لانے کا ذکر نہیں تو وہ سب جو ان باتوں پر ایمان لایا کرتے تھے اس تعریف کی رُو سے وہ دائرۂ اسلام سے باہر نکل جاتے ہیں، تو یہ کوئی آسان بات نہیں تھی۔ بہرحال ایک سازش ہوئی اور اس کا آخری نتیجہ یہ نکلا کہ انہوں نے مل کر یہ تعریف کی کہ جو شخص حضرت بانیٔ سلسلہ کا انکار کرے وہی مسلم ہوگا اور محض کلمۂ توحید کا اقرار اور کلمۂ رسالت کا اقرار جسے ہم کلمۂ طیبہ یا کلمۂ شہادت کہتے ہیں، وہ کافی نہیں ہے، پس تعریف میں دو جز شامل ہوئے۔ ایک لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار۔ جو دراصل جامع ہے۔ ان تمام باتوں پر جو اسلام کی تفصیلات میں آتی ہیں یعنی اس میں اگرچہ ملائکہ کا ذکر نہیں اور کتب کا ذکر نہیں دوسری چیزوں کا ذکر نہیں، لیکن کلمہ اپنی ذات میں جامع مانع ہے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی صداقت کی شہادت دینا ان تمام امور پر جامع ہوتا ہے جن پر ایمان لانا آپ نے ضروری قرار دیا۔ اس پہلو سے تو ضیاء الحق کی تعریف ہو یا کسی اور کی قابل اعتراض نہیں بنتی لیکن جب اس تعریف کو کافی نہ سمجھا جائے اور مزید اضافے کئے جائیں تو پھر جن اہم امور کو چھوڑ دیا جاتا ہے وہ قابل اعتراض بن جاتے ہیں۔ یہ بنیادی نکتہ ہے جس کو ہر احمدی کو سمجھنا چاہیئے۔

آرڈیننس اور اسلام کی تعریف کا ٹکراؤ:

ہمارے نزدیک کلمہ توحید سارے اسلام پر حاوی ہے۔ کلمۂ توحید اور کلمۂ رسالت یعنی جن کو ملاکر کلمۂ شہادت کہتے ہیں، جن لوگوں نے اس کو کافی نہ سمجھا اور اس لیئے کافی نہ سمجھا کہ احمدی بھی یہ پڑھتے ہیں، انہوں نے اضافوں کی کوشش کی۔ جب اضافوں کوشش کی تو تمام ضروریات بیان نہ کیں بلکہ بعض ضروریات بیان کر دیں اور تعریف کو نامکمل اور ناکافی بناکر دکھا دیا اس تعریف کی رو سے آپ یاد رکھیئے ۲ دو شقیں بنتی ہیں کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انکار اب اس کے نتیجے میں پاکستان میں آرڈیننس میں جماعت احمدیہ کے جو حقوق غصب کیئے گئے، ان قوانین کا اس تعریف سے ایک بنیادی اندرونی ٹکراؤ ہے، جس کو میں روشنی میں لانا چاہتا ہوں۔ پاکستان میں احمدیوں پر سب سے زیادہ مظالم کلمۂ شہادۃ کے اقرار پر اور اس کے حق میں گواہی دینے پر ہوئے ہیں اور علماء نے یہ مؤقف اختیار کیا کہ چونکہ احمدی ہمارے نزدیک مسلمان نہیں اس لیئے ان کو کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے کا حق نہیں ہے اور چونکہ ضیاء کا یہ آرڈیننس وضاحت کے ساتھ غیر مسلم قرار دیتا ہے اور غیر مسلم کو یہ اجازت نہیں دیتا کہ وہ کسی پہلو سے بھی مسلمانوں کی مشابہت اختیار کرے، قول سے یا فعل سے اس لیئے کلمہ طیبہ مسلمانوں کی بنیادی پہچان ہے، اس لیئے جب احمدیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا تو جب وہ کلمہ پڑھتے ہیں تو عملاً مسلمانوں کی مشابہت اختیار کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اس لیئے ان پر آرڈیننس کی رُو سے وہ سزائیں واجب ہو جاتی ہیں جن کا آرڈیننس میں ذکر کیا گیا ہے۔ یہ ہے ان کا استدلال، لیکن

یہ استدلال فی ذاتہٖ محض بودا اور نکما استدلال ہے۔ اس میں اس کی غلطیوں کے بہت سے پہلو ہیں۔ جو بعض سابقہ خطبوں میں مَیں آپ کے سامنے رکھتا رہا ہوں لیکن آج تعریف کے نقطۂ نگاہ سے ایک بات کھولنی چاہتا ہوں۔

تعریف کے ایسے اجزاء بھی ہوا کرتے ہیں جو عام ہوں اور ایسے اجزاء بھی ہوتے ہیں جو تخصیص پیدا کرتے ہیں اور امتیاز پیدا کرتے ہیں۔ مثلاً آپ جب کہتے ہیں کہ انسان کی تعریف یہ ہے کہ وہ حیوان ناطق ہو یعنی اس کا حیوان ہونا تو ضروری ہے لیکن اس کا حیوان ہونا کافی نہیں ہے۔ اگر حیوان ہونا انسان کی تعریف کے لئے کافی ہو تو ناطق کی شرط بے معنی اور بے ضرورت ہو جاتی ہے۔ اور جیسا کہ جسٹس منیرؔ نے بڑی قابلیت سے شروع میں علماء کو سمجھایا تھا کہ پہلے تعریف کی تعریف سمجھ لو۔ کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ واضح اور قطعی بات کرنا جس کا اطلاق اس نوع پر ہو جائے جس نوع کی تعریف کی جا رہی ہے اور اس نوع کے علاوہ کسی نوع پر اس کا اطلاق نہ ہوتا ہو۔ یہ ہے دراصل تعریف کی تعریف اس کو اپنے لفظوں میں جسٹس منیر نے علماء کے سامنے رکھا۔ اب اس تعریف کی رُو سے جب یہ کہا گیا کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنا ضروری ہے لیکن اسے کافی نہیں سمجھا گیا تو تعریف کا یہ حصہ عام ہو گیا، جس طرح حیوان ناطق میں حیوان کا لفظ عام ہے لیکن کافی نہیں ہے۔ ناطق وہ لفظ ہے جس نے امتیاز پیدا کیا ہے اور ناطق کے بغیر تعریف مکمل نہیں بنتی۔ پس جب بھی علماء نے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے اوپر اس بات کا اضافہ کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انکار کرے تو یہ تسلیم کر لیا کہ تعریف عام ہے اور محض اس سے کسی کا اسلام ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس میں مزید اضافہ کیا جائے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا انکار کرے تب وہ تعریف مکمل ہو گی۔ اب اس کی رو سے ہم واپس لوٹ کر اس مثال کو پھر دیکھتے ہیں جس کا میں نے ذکر کیا ہے یعنی حیوان ناطق۔ اگر کوئی یہ قانون بنے کہ انسان کے سوا کسی اور جاندار کو ایسی حرکتیں کرنے کا حق نہیں جو اس کو انسان سے مشابہ قرار دیتی ہوں تو ہر حیوان جو انسان کے ساتھ بہت سی قدر مشترک رکھتا ہے اور انسان کی تعریف میں سے تعریف کا بھاری حصہ ہر دوسرے حیوان پر بھی صادق آتا ہے اس کو ایسی حرکتوں سے روکا نہیں جا سکتا جو انسان کے ساتھ مشترک ہیں۔ کیونکہ تفریق کرنے والی علامت ناطق ہے۔ پھر اگر ایسا قانون بنایا جائے کہ جو شخص انسان کے مشابہ حرکت کرے اس میں ہر حیوان کو یہ حق مل جائے گا کہ وہ حیوانیت کی قدر مشترک میں بے شک جتنا چاہے انسان بنے لیکن نطق اختیار نہ کرے، اگر اس کی سزا میں پھانسی ملتی تو طوطے ذبح کئے جائیں گے یا پھانسی پر چڑھائے جائیں گے ان کے متعلق الزام لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے ناطق کی نقل کی اور اس نطق کی سزا میں ان کے اوپر یہ سزا لاگو ہونی چاہیئے۔ بعینہٖ یہی صورت حال ان کی اسلام کی نئی تعریف پر صادق آ رہی ہے، جب انہوں نے کہا کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اپنی ذات میں کافی نہیں ہے، اس لیے کہا کہ یہ جانتے تھے اور آج بھی جانتے ہیں کہ تمام احمدی اس بات پر ایمان رکھتے ہیں اور کلمہ شہادۃ ان کے دین کا بنیادی جزو ہے۔ ان کو خارج کرنے کے لئے جب انہوں نے اس کو تعریف کا عام حصہ قرار دے دیا اور اس پر امتیازی یہ شرط لگا دی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انکار بھی کرے تو اس عمومیت کو اسلام کی نمائندگی قرار دینے کا ان کو حق ہی باقی نہیں رہتا۔ وہی حیوانیت والی بات ہے۔ محض حیوان بننا کسی جانور کو ہرگز اس بات کا سزاوار نہیں ٹھہراتا کہ وہ گویا انسان بن رہا ہے۔ جب تک تعریف کا دوسرا حصہ یعنی ناطق اس پر اطلاق نہ کرے۔ یا وہ ناطق پر عمل کرنے کی کوشش نہ کرے۔ اس وقت تک کسی حیوان پر یہ الزام نہیں آ سکتا۔ پس اگر کلمہ طیبہ کافی ہے تو پھر احمدی ویسے ہی مسلمان بن جاتا ہے اور اس کو باہر نہیں نکال سکتے۔ جب ناکافی سمجھتے ہیں تو فی ذاتہٖ کلمہ طیبہ اسلام کی علامت نہیں رہتا جب تک دوسری شرط کے ساتھ اس کو گانٹھا نہ جائے۔ پس اب قانونی شکل یہ بنتی ہے کہ جو بھی احمدی کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں ان کے اوپر قانون ہرگز یہ حکم نہیں لگا سکتا کہ تم نے مسلمان بننے کی کوشش کی ہے کیونکہ وہ کہہ سکتا ہے کہ مسلمان کی تعریف بتاؤ۔ کس طرح مسلمان بننے کی کوشش کی ہے؟ وہ جب تعریف کریں گے تو کہیں گے اس طرح لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان لانا اور مرزا غلام احمد کی نبوت کا انکار کرنا مسلمان بناتا ہے تو ایک احمدی جواب دے گا کہ میں نے تو ہرگز لا الٰہ الا اللہ پڑھ کر مرزا غلام احمد قادیانی کا انکار نہیں کیا۔ اس لئے تمہاری تعریف مجھ پر صادق ہی نہیں آتی اور میں تمہاری تعریف میں مخل نہیں ہوا۔ تمہاری تعریف کی رُو سے مجھ پر مسلمان بننے کا جرم اس وقت عائد نہیں ہو سکتا یا الزام عائد نہیں ہو سکتا جب تک میں لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ مرزا غلام احمد قادیانی کا انکار نہ کروں۔ پس جب تک میں وہ مسلمان نہ بنوں جو تمہاری تعریف کی رُو سے مسلمان کہلاتا ہے اس وقت تمہارا کوئی قانون مجھے سزا نہیں دے سکتا۔ یہ ہے آخری اور بنیادی بات جس کے بعد اب جیسے کہا جاتا ہے کہ بال ان کی کورٹ میں، دوسرے کی کورٹ میں چلا گیا۔ اب ان کا فرض ہے کہ ہمیں ثابت کر کے دکھائیں کہ کس طرح اس احمدی پر مسلمان کی تعریف ثابت آ جاتی ہے جو صرف لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے اور یہ کہنے کے جرم میں یہ حکم اس پر لگ جاتا ہے کہ گویا اس نے اپنے آپ کو مسلمان بتایا، مسلمان ظاہر کیا۔ پس جب تک احمدی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ چمٹا ہوا ہے اور آپ کی صداقت کا اقرار کرتا چلا جاتا ہے، ان کے بنائے ہوئے قوانین کی زد سے باہر رہتا ہے اور جب وہ انکار کر دیتا ہے تو ان میں شامل ہو جاتا

ہے سزا پھر بھی اس کو نہیں مل سکتی۔

انسانی قوانین بے معنی اور ناکارہ ہیں: دیکھیں! انسانی بنائے ہوئے یہ قوانین کتنے بے معنی اور بے حقیقت ہوا کرتے ہیں، سازشوں کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ محض دشمنیوں اور بغضوں کے اظہار کا ذریعہ بنتے ہیں اور کوئی نہ کوئی نفسانی ایسے محرکات ہوتے ہیں جن کے نتیجے میں اکثر انسانی قوانین بنتے ہیں اسلئے وہ کھوکھلے ہوتے ہیں۔ بودے ہوتے ہیں، بے معنی ہوتے ہیں۔ قانون وہی ہے جو خدا بنائے اب انسانی قوانین کی حقیقت کسی نے دیکھنی ہو یا دیکھنا ہو کہ کیسے بے حقیقت قوانین ہوا کرتے ہیں تو پاکستان میں جو کچھ گذرا ہے وہ اس کی بہترین مثال پیش کرتا ہے۔ ساری قوم نے مل کر ایک بنیادی دستور بنایا جسے ۱۹۷۳ کا دستور کہا جاتا ہے، متفقہ طور پر۔ اس دستور میں ایک قانون یہ تھا کہ جو شخص بھی اس دستور پر حملہ کرے گا اور کسی طرح بھی اس دستور کی خلاف ورزی کرے گا وہ پھانسی کا سزاوار ہے اور سب سے بڑی بغاوت جو ملک کے خلاف کی جاسکتی ہے اس کا وہ سزاوار ٹھہرے گا۔ یہ تھا وہ دستور اور اس دستور کی حفاظت کے لئے یہ شق رکھی گئی تھی۔ ایک شخص اٹھتا ہے وہ سارے دستور پر تبر رکھ دیتا ہے اور جس دستور کی رو سے وہ گردن زدنی ہے اس دستور کو منسوخ کر دیتا ہے اور قوم بالکل بے اختیار ہو جاتی ہے اور ساری عدلیہ ملک کی، ساری عدلیہ تو نہیں مگر انصاف پرست جو منصفین تھے وہ تو احتجاج میں الگ ہو گئے تھے لیکن بعد میں جو عدلیہ پیدا ہوئی آج تک بھی وہ ساری عدلیہ بالکل بے بس اور نہتی ہو گئی اور ایسے ظالم شخص کے متعلق کوئی بھی فیصلہ نہیں کر سکی جس نے وہ قانون منسوخ کیا جس نے اس کی جان منسوخ کی تھی اور جس نے اپنے قتل کے خلاف قانون منسوخ کر دیا اس کے مقابل پر بالکل بے اختیار ہو کر بیٹھ گئی۔ اس شخص نے آٹھویں ترمیم کے نام پر، اکیلے نے ایک آرڈیننس بنایا اور جبراً اس وقت کے ملکی نمائندگان پر وہ قانون بعد میں ٹھونس دیا اور ساری قوم مل کر اب اس ایک آدمی کے بنائے ہوئے قانون کو منسوخ نہیں کر سکی۔ یہ تو انسانی قوانین کا حال ہوا کرتا ہے قانون وہی ہے جو خدا بنائے اور خدا کے بنائے ہوئے قانون کے سوا اور کوئی قانون دنیا میں درحقیقت پیروی کے لائق نہیں ہے۔ اسی حد تک ہم اس کی پیروی کرتے ہیں جس حد تک خدا کا قانون ہمیں مجبور کرتا ہے اور خدا کے قانون میں ایسی شقیں بھی ہیں جس کی رو سے بہت سے حالات میں ہمیں دنیا کے قوانین کو بھی ماننا پڑتا ہے۔ خواہ وہ معقول ہوں یا غیر معقول ہوں ہاں جہاں وہ خدا کے قانون سے ٹکرا جائیں وہاں ہمیں اجازت نہیں ہے کہ ہم ان قوانین کی پیروی کریں۔ پس یہ ہے خلاصہ اس ساری صورتِ حال کا، جتنا بھی انہوں نے زور لگایا۔ جیسے جیسے بھی قوانین بنائے اور احمدیوں پر تبر رکھنے کی کوشش کی۔ یہ ناکام ہو چکے ہیں کلیتہً اور ان کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں ہے۔ جو شخص لا الٰہ الا اللہ پڑھے، اس کے متعلق یہ الزام لگ ہی نہیں سکتا کہ تم مسلمان بن رہے ہو جب تک اگلی شق پوری نہ کرے جب اگلی شق پوری کرتا ہے تو ان کے قانون کی زد سے ویسے ہی نکل جاتا ہے، اس لئے بالکل حقیر اور بے معنی قانون ہے۔

شریعت کے نام پر حکومت کی خواہش: آخر پر میں اس بارے میں ایک معاملے میں ساری دنیا کے مسلمانوں کو متنبہ کرنا چاہتا ہوں۔ پاکستان میں گذشتہ ۲۰، ۲۵ سال میں یا زیادہ عرصہ ہو۔ ۵۳ء میں تو خاص طور پر یہ بات نمایاں ہوئی ہے تو اب تو تیس اور پانچ ۳۵ سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے ۵۳ء سے شروع ہو کر یا ۵۲ء سے شروع ہو کر کہنا چاہیئے جب وہ تحریک نمایاں ہو کر سامنے آئی ہے جس کے ذریعے جماعت احمدیہ کو طرح طرح کے الزامات کا نشانہ بنایا گیا اور بالآخر کوشش کی گئی کہ جماعتِ احمدیہ کو اسلام سے خارج کر دیا جائے اس تحریک سے لیکر اب تک مسلسل جو کوشش کی جارہی ہے، اس کے نتیجے میں ایک بات زیادہ واضح اور نمایاں ہوتی چلی جارہی ہے کہ متشدد علماء، باوجود اس کے کہ ایک دوسرے سے شدید نفرت رکھتے ہیں اور ایک دوسرے سے بنیادی باتوں میں اختلاف کرتے ہیں، اس بات میں ایکا کر چکے ہیں کہ ہم شریعت کے نام پر اس ملک میں حکومت کریں اور ہر ایک کی یہی خواہش ہے۔ ہر ایک نے یہ زور لگانے کی کوشش کی ہے۔ ہر ایک آج بھی زور لگا رہا ہے کہ شریعت کے نام پر میں اس ملک پر حاکم ہو جاؤں۔ اب تک ایسا نہیں ہو سکا تو اس کی صرف یہ وجہ ہے کہ آپس میں ان کے اختلافات ہیں جو طے نہیں ہوتے اور ہر ایک ان میں سے چاہتا تو یہی ہے کہ شریعت کے نام پر میں نافذ ہو جاؤں لیکن ساتھ ہی یہ پسند نہیں کرتا کہ شریعت کے نام پر میرا کوئی رقیب اس ملک پر نافذ ہو جائے۔ نافذ کی بجائے کہنا چاہیئے "مسلط ہو جائے"۔ پس یہی جھگڑا چل رہا ہے۔ جس طرح غالب نے کہا تھا کہ ؎

رات کے وقت مے پیئے ساتھ رقیب کو لیے
آئے وہ یاں خدا کرے، پر نہ کرے خدا کہ یوں

رات کا وقت ہو، مے پیئے ہوئے میرا دوست آرہا ہو۔ دل تو یہی چاہتا ہے کہ اس طرح آئے لیکن رقیب کو ساتھ لیکر آئے' یہ نہیں مجھے پسند، یہ نہ ہو اب یہ جب شریعت لاتے ہیں تو رقیب بھی ساتھ آجاتے ہیں، اور اپنے ..... رقیبوں کو یہ دیکھ نہیں سکتے۔ اب تک تو یہی روک رہی ہے لیکن

اب بالعموم سُنّی علماء نے معلوم ہوتا ہے کہ اس بات پر اتفاق کر لیا ہے کہ سنی شریعت، جس کو وہ شریعت سمجھتے ہیں اس کو ملک میں ضرور نافذ کر دیا جائے پھر بعد میں ہم آپس میں لڑتے رہیں گے کہ کونسا سُنی مولوی اس شریعت کی رُو سے مطلق العنان حاکم بنتا ہے یا کون نہیں بنتا۔ یہ سازش یہاں تک پہنچ گئی ہے۔

بھارت میں ردِّ عمل :

لیکن جو حصہ نہایت ہی خطرناک ہے وہ یہ ہے کہ اس سازش کا ایک منفی اثر ساتھ کے وسیع ملک ہندوستان پر بھی پڑا اور جس طرح ایک مثبت پول یعنی POSITIVE POLE بجلی کا بنتا ہے، اس کے مقابل پر لازماً ایک نیگیٹو پول بھی بن جایا کرتا ہے ایک مرکز اگر مثبت بنتا ہے تو خالی مثبت مرکز کوئی چیز نہیں۔ لازماً اس کے اثر میں اس کے عکس، اس کے پَرتَو کے طور پر ایک منفی نقطہ ضرور ظاہر ہوتا ہے جس کو ہم نیگیٹو پول کہتے ہیں سائنسی اصطلاح میں۔ تو ان باتوں کا اثر غیر مسلم دنیا پر لازماً پڑنا تھا، اور سب سے زیادہ اثر طبعاً ہندوستان پر پڑنا تھا جو کہ بڑی مدت سے پاکستان کا رقیب چلا آ رہا ہے چنانچہ ان کی ان حرکتوں کی وجہ سے جہاں انہوں نے نفاذ شریعت کے نام پر دراصل اپنی حکومت مسلط کرنے کی کوششیں کی ہیں ہندو انتہاپسندوں کو بھی ایک نکتہ ہاتھ آ گیا۔ انہوں نے سوچا کہ اگر شریعت کے نفاذ کے ذریعے، ہم لوگ جن کو سیاست میں پوچھتا کوئی نہیں اور ووٹوں کے وقت کوئی گھاس بھی نہیں ڈالتا، پاکستان میں مذہبی متشدد اور انتہا پسند سیاست میں اوپر آ سکتے ہیں تو ہم کیوں نہ آ کر دیکھیں۔ چنانچہ ہندوؤں کا وہ انتہاپسند ٹولہ جس کی پہلے سے کبھی ہندوستان کی سیاست میں کوئی حیثیت نہیں رہی، اسی ردّ عمل کے طور پر اس طرح ابھرا ہے کہ انہوں نے بڑی شدّت کے ساتھ منافرت کے ہتھیار اٹھا کر ہندو شریعت کے نفاذ کی مہم چلائی اور جس طرح جاہل عوام خواہ وہ کسی بھی ملک سے تعلق رکھتے ہوں، ان باتوں کے فیصلہ کرنے کے مجاز نہیں ہوا کرتے بلکہ ان کی نفرتوں کے مزاج سے جو شخص بھی کھیلنے لگ جائے، نفرتوں کے رجحان سے کھیلنے لگ جائے وہ تقویت پکڑ جاتا ہے، تو ہندوستان میں بھی نفرت کی یہی ہولی کھیلی جانے لگی ہے اور یہ ہندوستان کی تاریخ میں پہلی بار ہے کہ اتنی بھاری تعداد میں ہندو انتہا پرست طبقہ سیاست کے افق پر ابھرا ہو۔ چنانچہ پانچ سو کچھ کی اسمبلی میں ۸۲ انتہاپسند منتخب ہوئے ہیں اور یہ ابھی آغاز ہے، تو اگر خدانخواستہ وہاں یہ رجحان بڑھنا شروع ہو جائے جیسا کہ بڑھتا ہوا دکھائی دے رہا ہے اور وہی حرکتیں جو پاکستان میں کی جا رہی ہیں وہاں اور تشدّد سے اختیار کی جانے لگیں جیسا کہ بابری مسجد کا واقعہ ہے، تو ہمارے لئے تو یہ انتہائی تکلیف کا موجب ہوگا کیونکہ درحقیقت مسلمانوں کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو سب سے زیادہ دُکھ احمدی کو پہنچتا ہے، اگر اس کو دکھ نہیں پہنچتا تو وہ سچا احمدی نہیں ہے۔ میں تو تصور بھی نہیں کر سکتا ایک ایسے احمدی کا جس کو دنیا میں کہیں بھی مسلمان کے دکھ سے راحت پہنچتی ہو۔ مجھے یاد ہے جب ہندوستان میں مسلمانوں پر مظالم کیے جا رہے تھے تقسیم کے وقت تو سب سے زیادہ شدت کے ساتھ ان مظالم کے خلاف جو عالمی مہم چلائی ہے وہ حضرت خلیفة المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چلائی ہے اور تمام مربّی جو دنیا میں کہیں بھی تھے یا اگر کہیں (مربی) نہیں تھے اور احمدی بستے تھے تو ان سب کو حضرت خلیفة المسیح الثانیؓ نے ہدایات جاری فرمائیں اور اس کثرت سے ہندوستان کی حکومت پر دباؤ ڈالے گئے اور مسلمانوں پر مظالم کی داستانیں شائع کروائی گئیں اور تمام دنیا کے بسنے والوں کو اس سے مطلع کیا گیا کہ اس کے مقابل پر ہزارواں حصہ بھی پاکستان کی حکومت نے نہیں کیا۔ اس لئے میں آپ کو یہ تاریخ یاد دلا رہا ہوں اور خصوصیت سے اس سارے پس منظر میں آپ کو یہ متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ ان ظلموں کے نتیجے میں جو آپ پر ہوتے رہے آپ اپنے دِل کو ٹیڑھا نہ ہونے دیں، اپنے دل کو غلط طور پر انتقام پرست نہ بنائیں، اپنی اخلاقی قدروں کی حفاظت کریں۔ امت مسلمہ سے جو سچی محبت احمدی کو ہونی چاہیئے، اس سچی محبّت پر آنچ نہ آنے دیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام کے اس شعر کو ہمیشہ مطمح نظر بنائے رکھیں اور حرز جان بنائے رکھیں

اے دِل تو نیز خاطر ایناں نگاہ دار
کآخر کنند دعویٰ حبّ پیمبرم

کہ اے میرے دِل تُو ہمیشہ اس بات کو نگاہ میں رکھنا کہ آخر یہ لوگ جو تیرے دشمن ہیں وہ تیرے آقا، تیرے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے دعویدار ہیں ؎

سب ہم نے اُس سے پایا شاہد ہے تُو خُدایا

"ہم کافر نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اس نبیؐ کے ذریعہ سے پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اس کامل نبیؐ کے ذریعہ سے اور اس کے نور سے ملی ہے اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں اسی بزرگ نبیؐ کے ذریعہ ہمیں میسّر آیا ہے۔ اس آفتاب ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اس وقت تک ہم منوّر رہ سکتے ہیں جب تک ہم اس کے مقابل پر کھڑے ہیں"۔ (حقیقة الوحی ص۱۱۵، ۱۱۶)

پس دنیا کے کونے کونے میں جہاں بھی مسلمان بستا ہے خواہ وہ آپ سے دشمنی میں انتہا بھی کر رہا ہو اگر وہ آپ کے محبوب حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی محبت کا دعویدار ہے تو یہی بات اس کے لئے کافی ہے کہ آپ اسکے لئے دعائیں کریں اور اس کے دکھ میں شریک ہو جائیں اسکی خوشی سے خوش ہوں، اس کے غم سے مغموم ہو جایا کریں ۔

پس ہندوستان کے اُفق پر جو خطرات ابھر رہے ہیں ہر چند کہ وہ ان ظالموں کے کردار کی ایک تصویر ہے جو وہ پاکستان پہ بنا رہے ہیں، اس کے باوجود ان اُبھرتے ہوئے خطرات کے نتیجے میں اگر عالم اسلام کو کوئی نقصان پہنچا تو سب سے زیادہ اس کا دکھ احمدی کو ہونا چاہیئے۔ اور ابھی سے اس کے خلاف اس کو تیاری کرنی چاہیئے۔ پس جہاں آپ دنیا کی رائے عامہ کو یہ بتاتے ہیں کہ پاکستان میں ان ظالموں نے آپ کے ساتھ کیا کیا ہے وہاں آپ کا یہ بھی فرض ہے کہ دنیا کی رائے عامہ کو بتائیں کہ اب یہی بدبختیاں ہندوستان میں بھی ظاہر ہونی شروع ہو گئی ہیں۔ اور دس کروڑ مسلمانوں کی عزت اور جانیں خطرے میں ہیں۔ اور اگر مذہب اور شریعت کے نام پر مظالم کو چھٹی دی گئی تو جسطرح پاکستان میں اس کے شدید نتائج ظاہر ہوئے ہیں اور بہت ہی مظالم مقدس ناموں پر انسانوں پر کیئے گئے، اس سے بہت بڑھ کر دردناک مظالم، اس سے بہت بڑھ کر سفاکی کے ساتھ اور بہیمانہ رویہ کے ساتھ پاکستان کے ہمسائے ملک میں مسلمانوں پر توڑے جانے کا خطرہ درپیش ہے اور یہ خطرہ ایک فرضی خطرہ نہیں ایک بہت بڑا حقیقی خطرہ بن چکا ہے اس لیئے تمام دنیا کی رائے عامہ کو جماعت احمدیہ کو بیدار کرنا چاہیئے کہ وہ ایسی تحریکات کو اپنے ہندوستان کے مفاد میں اور دنیا کے مجموعی مفاد میں یعنی اپنے ملکی مفاد میں اور دنیا کے مجموعی مفاد میں کلیتہً کچل کر رکھ دیں ، اور ہندوستان پر یہ داغ نہ لگنے دیں کہ یہاں سیاست کے نام پر ایسی قوم ابھری ہے جو خدا کا نام لے کر خدا کے بندوں پر شدید ظلم توڑنے کی تیاری کر رہی ہے

ہندوستانی سیاستدانوں سے توقع :

اس ضمن میں جو خبریں اب تک میرے علم میں آئی ہیں وہ بہت ہی خطرناک ہیں اور ایسی نہیں ہیں جن کو ایک احمدی نظرانداز کر دے، مجھے ہندوستان کی بالغ نظر سیاست پر یہ توقع ہے یا ہندوستان کے بالغ نظر سیاستدانوں پر کہ وہ اس تحریک کو آگے نہیں بڑھنے دیں گے۔ مجھے توقع ہے کہ وہ پاکستان کی گذشتہ تاریخ سے سبق حاصل کرینگے اور پوری طرح اس بات کا زور لگائیں گے (اور) اس بات پر متفق ہو جائیں گے کہ ہندو شریعت کے نام پر مسلمانوں پر ظلم توڑنے کی جو تحریک یا سازش جنم لے رہی ہے اس کو آگے نہ بڑھنے دیں۔ اب تک ہندوستان کے سیاستدانوں نے جو ردعمل دکھایا ہے وہ نہایت معقول اور مبنی بر انصاف ہے، اور باوجود اس کے کہ موجودہ حکومت اقلیت میں ہے اور باوجود اس کے کہ اس حکومت کو شدید ضرورت تھی کہ ان ہندو انتہا پسندوں کو اپنے ساتھ شامل کرے اور اس کیلئے خطرہ تھا کہ اصولوں پر ان سے سودا کر لے لیکن یہ خوش کن بات بھی ہمارے سامنے آنی چاہیئے اور دنیا کے سامنے، ہمیں یہ بات بھی رکھنی چاہیئے۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ جہاں خطرات سے اور غلط باتوں سے آگاہ کیا جائے وہاں اچھی باتوں کی تعریف کی جائے اور ان کو بھی ساتھ ہی شہرت دی جائے۔ موجودہ سیاستدان جو ہندوستان کی سیاست پر نئے انتخاب میں ابھرے ہیں ان میں سے اکثریت نے اس سازش کا حصہ بننے سے انکار کر دیا اور باوجود اس کے کہ شدید دباؤ تھا موجودہ حکومت پر، انہوں نے کھلم کھلا ان انتہا پسند ہندوؤں کو کہدیا ہے کہ ہم اصولوں میں تم سے کوئی سمجھوتہ نہیں کریں گے اور اس کے نتیجے میں ہو سکتا ہے کہ ایک نیا الیکشن ہو تو جب میں کہتا ہوں کہ ہندوستان کے ان حالات سے دنیا کو باخبر کریں تو ہرگز یہ مراد نہیں کہ جہالت کے ساتھ کریں اور آپ بھی ایک انتقامی کاروائی کا حصہ بن جائیں۔ میرا مطلب ہے ان حالات کو دنیا کے سامنے صداقت کیساتھ رکھیں، کھول کر صاف صاف بیان کریں۔ ان کو بتائیں کہ خدا کے فضل کے ساتھ سردست ہندوستان کی سیاست میں یہ بالغ نظری موجود ہے، یہ شرافت موجود ہے کہ انہوں نے باوجود شدید دباؤ کے ان انتہا پسندوں کے ساتھ اصولوں پر کوئی سمجھوتہ نہیں کیا لیکن اگر پاکستان میں ایسی تحریکات بڑھیں تو نفسیاتی لحاظ سے ہندوستان میں فضا قائم ہونا ضروری ہے جس کے نتیجے میں آج نہیں تو کل، کل نہیں تو پرسوں یہ انتہا پسند غالب آنا شروع ہو جائیں گے اور اگر یہ اتنا غالب آگئے اور خدانخواستہ اس وقت تک کوئی بددیانت یا ضمیر فروش سیاستدان خواہ ان سے تعلق نہ بھی رکھتے ہوں، وہ سیاست میں اُبھرے اور اپنی حکومت کی خاطر ان سے سمجھوتوں پر آمادہ ہو گئے تو پھر ہندوستان میں نہایت خطرناک حالات ظاہر ہوں گے۔ دس یا گیارہ یا بارہ مسجدوں کے منہدم ہونے کا سوال نہیں رہے گا، پھر خطرہ ہے لاکھوں، کروڑوں مسجدیں منہدم کی جائیں۔ پھر دو یا چار یا سو کو زبردستی مرتد بنانے کا سوال نہیں رہے گا، پھر کروڑوں کی تعداد میں وہاں مسلمانوں کو مرتد بنایا جائے گا۔ گلی گلی میں، قصبے قصبے میں، شہر شہر میں صوبے صوبے میں مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جائے گی۔ یہ وہ خطرات ہیں جو نہایت خطرناک صورت میں ہندوستان کے افق پر مجھے ابھرتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں۔ ان کو جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے صداقت پر قائم رکھتے ہوئے، انتقامی جذبات سے پاک ہو کر، صاف صورت میں نکھار کر دنیا کے سامنے پیش کریں اور رائے عامہ کو اس کے خلاف آمادہ کریں اور ہندوستان کے احمدیوں کا فرض ہے کہ وہ سمجھدار سیاستدان سے رابطے پیدا کر کے ان کو وہاں اپنے ملک میں (بقیہ صہ۲۲ پر)

آخری قسط

رحمۃ للعالمین اور عالمِ اطفال

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نہایت دلچسپ اور اعلیٰ پائے کے مختلف النوع مضامین ایک عرصے تک جماعتی رسائل میں لکھتے رہے۔ ان کے مضامین کی خوبی ان کے اندازِ بیاں کی ندرت اور چاشنی تھی۔ ذیل کا مضمون بھی جو الفضل ۱۵ جون ۱۹۲۸ء سے لیا گیا ہے ان کی جِدّتِ طبع اور تحریر کی لطف و خوبی کا شاہکار ہے ——— (ادارہ)

(۱۲)

صاحبان! میں نے آنحضرتؐ کا ایک ذکر سنا ہے اور اس کی وجہ سے مجھے آپؐ سے بہت محبت پیدا ہوئی۔ وہ آپؐ کا ایک حکم ہے جو کمال عدل و انصاف پر مبنی ہے۔ ایک صحابی نے اپنے ایک لڑکے کو کچھ مال دیا اور آنحضرتؐ کے پاس آکر عرض کیا کہ یا حضرت آپ گواہ رہیئے میں نے اپنا یہ مال اس بیٹے کو دے دیا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کیا تم نے اتنا ہی مال اپنے دوسرے سب بچوں کو بھی دیا ہے یا نہیں؟ ان صحابی نے کہا کہ حضرت نہیں، صرف اسی کو دیتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا تو پھر میں ظلم کے کام پر گواہ نہیں بنتا۔ اب دیکھو اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ بچوں پر ان کے والدین سے بھی زیادہ مہربان تھے۔ اس بات کو ظلم قرار دیتے ہیں کہ کسی خاص بیٹے کو کچھ دیا جائے اور دوسروں کو اتنا نہ دیا جائے۔ دنیا میں بہت سے ماں باپ ایسے ظلم میں مبتلا ہیں اور ان کے خیال میں بھی کبھی نہیں آتا کہ ہم دوسروں کی حق تلفی کر رہے ہیں۔ یہ آنحضرتؐ ہی تھے جنہوں نے دنیا کو ایسے ظلموں سے آگاہ کیا

میری والدہ فوت ہو چکی ہیں۔ ہمارے والد کی دوسری شادی سے میرے دو بھائی ہیں۔ ان کا ارادہ تھا کہ جائیداد دوسری بیوی کے بچوں کے نام ہبہ کر دیں۔ مگر خدا بھلا کرے ایک مولوی صاحب کا جنہوں نے ان کو یہ واقعہ آنحضرتؐ کا سنایا۔ سن کر انہوں نے اپنا ارادہ فسخ کر دیا۔ اور اب کہتے ہیں کہ میں سارے لڑکوں کو برابر کا حصہ لکھ دوں گا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۱۳)

صاحبان! آپ جانتے ہیں کہ میں ایک دکان پر ملازم ہوں۔ غلطی بھی ہو جاتی ہے۔ قریباً روز مار کھاتا ہوں اور جھڑکی یا جرمانہ تو معمولی بات ہے، ایک دن بیت میں وعظ ہو رہا تھا۔ میں نے وہاں سنا کہ آنحضرتؐ کے پاس ایک خادم تھا۔ اس کا نام انسؓ تھا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ۱۰ برس کا تھا۔ جب آنحضرتؐ کے پاس میری والدہ نے مجھے چھوڑا اور قریباً آٹھ برس یعنی آپؐ کی وفات تک میں آپؐ کے پاس رہا۔ مگر اس سارے عرصہ میں کبھی آپؐ نے مجھ سے یہ نہ کہا کہ تو نے یہ کام کیوں کیا یا کیوں نہیں کیا۔

میں آپؐ کا یہ حال سن کر حیران ہی ہو گیا کہ ایک میں ہوں کہ دن بھر میں آٹھ دفعہ اپنے آقا سے پٹتا ہوں۔ اور ایک وہ آقا ہے جس کے نوکر نے ۸ سال میں ایک ہوں بھی نہیں سُنی۔ میرے دل میں آپؐ کی نسبت بے اختیار محبت اور عزت کا جذبہ پیدا ہوا۔ میری آنکھوں میں اس وقت آنسو تھے اور میری زبان پر تھا صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۱۴)

صاحبان! میں اپنی ماں کا اکیلا بچہ ہوں۔ میرے بعد تین بہن بھائی اور پیدا ہوئے مگر سب فوت ہو گئے۔ آخری بچہ جو میرا بھائی تھا وہ حال ہی میں فوت ہوا۔ میری ماں کو ان پے در پے موتوں سے سخت صدمہ پہنچا۔ وہ ہر وقت روتی رہتی تھیں، اور غم کے مارے ان کا کھانا پینا تک چھوٹ گیا تھا۔ میں اپنی عقل کے موافق بہت تسلّی دیتا اور ان کو کتابیں اور کہانیاں پڑھ کر سناتا اور ان کا جی بہلانے کی کوشش کرتا۔ اسی طرح ہمارے رشتہ دار بھی کوشش کرتے مگر ان کا غم کسی طرح کم نہ ہوتا تھا۔ آخر ہمارے ایک بزرگ رشتہ دار ایک دن ہمارے ہاں تشریف لائے اور انہوں نے میری والدہ کے رُوبرو بیان کیا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ جس مسلمان کے تین بچے چھوٹی عمر میں مر جائیں اور وہ صبر کرے تو اس کی جنّت کی ضمانت میں لیتا ہوں۔ اس پر ایک بی بی نے پوچھا کہ یا حضرت جس کے دو مر جائیں۔ آپؐ نے فرمایا وہ بھی جنّت میں جائے گی۔ پھر وہ بولی کہ جس کا ایک ہی بچہ مرا ہو۔ آپؐ نے فرمایا وہ بھی۔ جب سے آنحضرتؐ کا یہ شفقت بھرا تسلّی دینے والا کلام میری ماں نے سنا ہے اس وقت سے ان کے دل کو صبر آگیا اور وہ حالت جاتی رہی۔ اور ہم سب ان کے صبر کی وجہ سے شکر گزار ہیں۔ واقعی جیسا کہ پچھلے نوشتوں میں تھا سچی تسلّی دینے والا یہی نبی ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۱۵)

صاحبان میں اس وقت آنحضرتؐ کا ایک احسان بیان کرتا ہوں جو نہ صرف عام ہے بلکہ مجھ پر بھی خاص ہے۔ وہ یہ کہ آپؐ نے متبنیٰ بنانے کی ممانعت فرمائی ہے، یعنی کوئی شخص کسی دوسرے کے لڑکے کو اپنا بیٹا نہیں بنا سکتا۔ مجھے تو اس سے یہ فائدہ پہنچا ہے کہ میرے چچا بڑے مالدار آدمی ہیں ان کی کوئی اولاد نہیں۔ ان کی بیوی نے بہت چاہا کہ کسی طرح اپنی برادری کے ایک لڑکے کو اپنا بیٹا بنالیں، اور سب جائیداد اس کے نام لکھدیں اور شرعی وارثوں کو محروم کردیں۔ مگر میرے چچا احمدی آدمی ہیں انہوں نے بہت سے مولویوں سے فتویٰ لیا مگر کسی نے اجازت نہ دی اور یہی کہا کہ دین میں متبنیٰ جائز نہیں۔ اس وجہ سے انہوں نے کسی کو متبنیٰ نہیں کیا۔ اور ہم جو ان کے جائز وارث ہیں اپنے حقوق سے محروم نہیں ہوئے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۱۶)

صاحبان! آپ جانتے ہیں کہ اکثر بچے جھوٹ بولتے ہیں۔ اور بچپن کی عادت پھر بڑے ہو کر بھی نہیں چھٹتی اور یہ جھوٹ اکثر ماں باپ خود سکھاتے ہیں۔ پھر جب بچہ خوب جھوٹ بولنے لگتا ہے تو حیران ہو کر کہتے ہیں، یہ خبر نہیں اسے جھوٹ کی عادت کس نے لگادی۔ ایک دفعہ آنحضرتؐ ایک صحابی کے ہاں گئے۔ وہاں ان کی بی بی اپنے بچہ کو بلا رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ یہاں آؤ۔ تو میں کچھ دوں۔ آنحضرتؐ نے پوچھا تم اسے کیا دو گی؟ عرض کیا کہ چھوارا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر تم بچوں سے وعدہ کرو گی، اور پھر ان کو کچھ چیز نہ دو گی تو ایک جھوٹ کا گناہ تمہارے اعمال نامہ میں لکھا جائے گا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اگر والدین بچوں سے جھوٹ نہ بولیں تو دنیا میں جلد ایک راستباز قوم پیدا ہو جائے۔

(۱۷)

صاحبان! ہماری ایک کتاب میں آنحضرتؐ کے بچپن کا ایک واقعہ لکھا ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ برخلاف اپنے زمانہ کے رواج اور اپنی قوم کی عادات کے آپؐ کس قدر حیادار اور شرم والے تھے۔ ایک دفعہ مکہ میں کعبہ کی مرمت پر لوگ پتھر وغیرہ ڈھو رہے تھے۔ آپؐ بھی چند نوعمر لڑکوں کے ساتھ اس کام میں لگے ہوتے تھے۔ اس وقت ان سب نے اپنے تہہ بند اتار دیئے تھے اور ننگے یہ کام کر رہے تھے۔ اور کپڑا اپنے مونڈھوں پر ڈال رکھا تھا کہ پتھروں سے چھل نہ جائے۔ اس سارے گروہ میں صرف ایک ہی حیادار لڑکا تھا جو تہہ بند باندھے تھا اور برہنہ نہ تھا اور وہ محمدؐ تھا، صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۱۸)

صاحبان! آنحضرتؐ کی مسجد میں ایک زمانہ میں عورتیں بھی نماز کے لیئے آیا کرتی تھیں۔ ایک دفعہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ میں نماز کو لمبی کرنا چاہتا ہوں مگر پیچھے سے کسی بچہ کے رونے کی آواز آجاتی ہے اور وہ سن کر میں نماز مختصر کر کے جلدی ختم کر دیتا ہوں تاکہ بچہ کو اور اس کی ماں کو تکلیف نہ ہو۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۱۹)

صاحبان! عیسائی کہتے ہیں کہ انسان پیدائشی گنہگار ہے۔ اور ہندو کہتے ہیں کہ وہ اپنے پچھلے گناہوں کی سزا میں اس دنیا میں آیا ہے۔ بہر حال بچہ گنہگار ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مصیبت کو ہم پر سے دور کیا، اور فرمایا کہ: ترجمہ: یعنی ہر بچہ معصوم اور دینِ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے والدین یا مربّی اسے یہودی یا عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں"۔ یہ آپؐ کا ہم پر کتنا بڑا احسان ہے کہ انسانی بچہ کو بے گناہ اور فطری معصوم قرار دیا اور ہمیں بڑی ڈھارس دی کہ کفر و گناہ دوسروں کے اثر اور صحبت سے پیدا ہوتا ہے۔ انسان کا اپنا خاصہ نہیں ہے اور اس طرح ہم کو اپنے پر اعتقاد پیدا کرا دیا، اور ہدایت حاصل کرنے کا راستہ کھول دیا۔ اور ایک مصیبت کا بوجھ جو دوسرے مذاہب نے ہمارے سر پر رکھا ہوا تھا اسے بالکل اتار کر پھینک دیا صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۲۰)

صاحبان میں آخری مقرر ہوں۔ اس لیئے آخرۃ کا مضمون ہی بیان کرونگا آنحضرتؐ سے لوگوں نے پوچھا کہ جو بچے چھوٹے مر جاتے ہیں ان کا کیا حشر ہوگا؟ آیا وہ جنّت میں جائیں گے یا دوزخ میں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حشر کے میدان میں ان کو موقعہ دے گا اور ان کیلئے وہیں نبی مبعوث کیا جائے گا۔ پھر جو اس کو قبول کریں گے وہ جنت میں جائیں گے، کیونکہ عذاب نہیں دیا جائے گا جب تک اتمام حجت نہ ہو، اور جو چھوٹی عمر میں مر گیا اس پر اتمام حجت کہاں ہوئی۔ پس یہ بھی خدا کا فضل ہے کہ وہ اس جہان میں بھی نبی مبعوث کرے گا اور رحمت کا ہاتھ پھیلائے گا تاکہ لوگ نجات حاصل کرسکیں۔ یہ علم بھی ہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت ہی حاصل ہوا

صَلّی اللہ عَلیہ وسلّم ؐ

رجسٹر واقفین عارضی کی تیاری: جماعت جرمنی میں اب تک وقف عارضی کرنیوالے احباب وخواتین کا ایک رجسٹر تیار کرنا مقصود ہے۔ علاوہ ازیں بغرض دعا اور تحریک برائے وقف عارضی ان کے اسماء وقتاً فوقتاً جماعتی اخبارات میں شائع کیے جائیں گے۔ صدران جماعت کی خدمت میں درخواست ہے کہ انکے علم میں جسقدر واقفین عارضی کے کوائف ہوں نور مسجد فرینکفرٹ میں ارسال کریں مثلاً نام، عمر، کس جگہ، کتنا عرصہ اور کب وقف کیا نیز کام کی تفصیل وغیرہ۔ ریجنل امراء صاحبان اپنے ریجن کی رپورٹیں فرینکفرٹ بھجوانے میں تعاون فرمائیں۔ (عبدالرحیم احمد، نیشنل سیکرٹری وقفِ عارضی)

سیرت طیبہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک پہلو

شفقت علیٰ خلق اللہ

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

... اِس تعلق میں سب سے پہلے میرے سامنے وہ مقدس عہد آتا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام خدائی حکم کے ماتحت ہر بیعت کرنیوالے سے لیتے تھے اور اسی پر جماعت احمدیہ کی بنیاد قائم ہوئی۔ یہ عہد دس شرائط بیعت کی صورت میں شائع ہو چکا ہے اور گویا یہ احمدیت کا بنیادی پتھر ہے۔ اس عہد کی شرط نمبر ۴ اور شرط نمبر ۹ کے ماتحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں کہ ہر بیعت کرنے والا عہد کرے کہ:

"عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا، نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح۔" اور

"عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض لِلّٰہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچائے گا۔" (اشتہار تکمیل تبلیغ مورخہ ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء)

یہ وہ عہد بیعت ہے جو احمدیت میں داخل ہونے کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدائی حکم کے ماتحت مقرر فرمایا اور جس کے بغیر کوئی احمدی سچا احمدی نہیں سمجھا جا سکتا۔ اب مقام غور ہے کہ جو شخص اپنی بیعت اور اپنے روحانی تعلق کی بنیاد ہی اس بات پر رکھتا ہے کہ بیعت کرنے والا تمام مخلوق کے ساتھ دلی ہمدردی اور شفقت کا سلوک کرے گا اور اسے ہر جہت سے فائدہ پہنچانے کے لئے کوشاں رہے گا اور اسے کسی نوع کی تکلیف نہیں دے گا اس کا اپنا نمونہ اس بارہ میں کیسا اعلیٰ اور کیسا شاندار ہونا چاہیئے اور خدا کے فضل سے ایسا ہی تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بارہا فرمایا کرتے تھے کہ میں کسی شخص کا دشمن نہیں ہوں اور میرا دل ہر انسان اور ہر قوم کی ہمدردی سے معمور ہے۔ چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں:

"میں تمام مسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں اور آریوں پر یہ بات ظاہر کرتا ہوں کہ دنیا میں کوئی میرا دشمن نہیں ہے۔ میں بنی نوع انسان سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ جیسے ایک والدہ مہربان اپنے بچوں سے کرتی ہے بلکہ اس سے بڑھ کر۔ میں صرف ان باطل عقائد کا دشمن ہوں جن سے سچائی کا خون ہوتا ہے۔ انسان کی ہمدردی میرا فرض ہے اور جھوٹ اور شرک اور ظلم اور ہر ایک بدعملی اور بداخلاقی سے بیزاری میرا اُصول۔" (اربعین نمبر ۱ صفحہ ۲)

ایک دفعہ بعض عیسائی مشنریوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف اقدام قتل کا سراسر جھوٹا مقدمہ دائر کیا اور ان مسیحی پادریوں میں ڈاکٹر مارٹن کلارک پیش پیش تھے۔ مگر خدا نے عدالت پر آپؑ کی صداقت کھول دی اور آپؑ اس مقدمہ میں جس میں عیسائیوں کے ساتھ مل کر آریوں اور بعض غیر احمدی مخالفین نے بھی آپ کے خلاف ایڑی چوٹی کا زور لگایا تھا کہ کسی طرح آپؑ سزا پا جائیں عزت کے ساتھ بری کیے گئے۔ جب عدالت نے اپنا فیصلہ سنایا تو کپتان ڈگلس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے جو بعد میں کرنیل کے عہدہ تک پہنچے... آپ سے مخاطب ہو کر پوچھا

"کیا آپ چاہتے ہیں کہ ڈاکٹر کلارک پر (اس جھوٹی کاروائی کی وجہ سے) مقدمہ چلائیں؟ اگر آپؑ مقدمہ چلانا چاہیں تو آپ کو اس کا قانونی حق ہے" آپؑ نے بلاتوقف فرمایا کہ "میں کوئی مقدمہ کرنا نہیں چاہتا۔ میرا مقدمہ آسمان پر ہے۔" (سیرۃ مسیح موعود مصنفہ عرفانی صاحب صفحہ ۱۰۷)

ہمارے نانا جان حضرت میر ناصر نواب صاحب مرحوم کا ایک قریبی عزیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں قادیان میں آکر کچھ عرصہ رہا تھا۔ ایک دن سردی کے موسم کی وجہ سے ہمارے نانا جان مرحوم نے اپنا ایک مستعمل کوٹ ایک خادمہ کے ہاتھ اسے بھجوایا تاکہ یہ عزیز سردی سے محفوظ رہے۔ مگر کوٹ کے مستعمل ہونے کی وجہ سے اس عزیز نے یہ کوٹ حقارت کے ساتھ واپس کر دیا کہ میں استعمال شدہ کپڑا نہیں پہنتا۔ اتفاق سے جب یہ خادمہ اس کوٹ کو لے کر میر

صاحب کی طرف واپس جارہی تھی تو حضرت مسیح موعودؑ نے اسے دیکھ لیا اور پوچھا کہ یہ کیسا کوٹ ہے اور کہاں لئے جاتی ہو؟ اس نے کہا میر صاحب نے یہ کوٹ اپنے فلاں عزیز کو بھیجا تھا مگر اس نے مستعمل ہونے کی وجہ سے بہت برا مانا ہے اور واپس کر دیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

"واپس نہ لے جاؤ، اس سے میر صاحب کی دل شکنی ہوگی۔ تم یہ کوٹ ہمیں دے جاؤ ہم پہنیں گے۔ اور میر صاحب سے کہدینا کہ میں نے رکھ لیا ہے"۔

(سیرۃ المہدی حصہ دوم صفحہ ۲۲)

یہ ایک انتہائی شفقت اور انتہائی دلداری کا مقام تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے یہ مستعمل کوٹ خود اپنے لئے رکھ لیا تاکہ حضرت نانا جان کی دل شکنی نہ ہو، ورنہ حضرت مسیح موعودؑ کو کوٹوں کی کمی نہیں تھی اور حضور کے خدام حضور کی خدمت میں بہتر سے بہتر کوٹ پیش کرتے رہتے تھے اور ساتھ ہی یہ انتہائی سادگی اور بے نفسی کا بھی اظہار تھا کہ دین کا بادشاہ ہو کر اترے ہوئے کوٹ کے استعمال میں تامّل نہیں کیا۔

○○○

انسان کے اخلاق میں مہمان کا بھی ایک خاص مقام ہوتا ہے اس تعلق میں ایک مختصر سی بات کے بیان کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ ایک بہت شریف اور بڑے غریب مزاج احمدی سیٹھی غلام نبی صاحب ہوا کرتے تھے جو رہنے والے تو چکوال کے تھے مگر راولپنڈی میں دوکان کیا کرتے تھے۔ انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ میں حضرت مسیح موعودؑ کی ملاقات کے لئے قادیان آیا۔ سردی کا موسم تھا اور کچھ بارش بھی ہو رہی تھی میں شام کے وقت قادیان پہنچا تھا۔ رات کو جب میں کھانا کھا کر لیٹ گیا اور کافی رات گزر گئی اور قریباً ۱۲ بجے کا وقت ہو گیا تو کسی نے میرے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔ میں نے اُٹھ کر دروازہ کھولا تو حضرت مسیح موعودؑ کھڑے تھے۔ ایک ہاتھ میں گرم دودھ کا گلاس تھا اور دوسرے ہاتھ میں لالٹین تھی۔ میں حضور کو دیکھ کر گھبرا گیا مگر حضور نے بڑی شفقت سے فرمایا، کہیں سے دودھ آگیا تھا میں نے کہا آپ کو دے آؤں۔ آپ یہ دودھ پی لیں، آپ کو شاید دودھ کی عادت ہوگی۔ اس لئے یہ دودھ آپ کیلئے لے آیا ہوں۔ سیٹھی صاحب کہا کرتے تھے کہ میری آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے کہ سبحان اللہ کیا اخلاق ہیں! یہ خدا کا برگزیدہ مسیح اپنے ادنیٰ خادموں تک کی خدمت اور دلداری میں کتنی لذت پاتا اور کتنی تکلیف اٹھاتا ہے۔ (سیرۃ المہدی حصہ سوم وغیرہ)

○○○

حضرت مولوی عبد الکریم صاحب مرحومؓ بہت ممتاز صحابہ میں سے تھے اور انہیں حضرت مسیح موعودؑ کی قریب کی صحبت کا بہت لمبا موقعہ میسر آیا تھا۔ وہ بیان فرماتے تھے کہ ایک دفعہ گرمی کا موسم تھا اور حضرت مسیح موعودؑ کے اہل خانہ لدھیانہ گئے ہوئے تھے۔ میں حضور کو ملنے اندرونِ خانہ گیا۔ کمرہ نیا نیا بنا تھا اور ٹھنڈا تھا۔ میں ایک چارپائی پر ذرا لیٹ گیا اور مجھے نیند آگئی۔ حضور اس وقت کچھ تصنیف فرماتے ہوئے ٹہل رہے تھے جب میں چونک کر جاگا تو دیکھا کہ حضرت مسیح موعودؑ میری چارپائی کے پاس نیچے فرش پر لیٹے ہوئے تھے۔ میں گھبرا کر ادب سے کھڑا ہو گیا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے بڑی محبت سے پوچھا مولوی صاحب! آپ کیوں اُٹھ بیٹھے میں نے عرض کیا حضور نیچے لیٹے ہوئے ہیں میں اوپر کیسے سو سکتا ہوں؟ مسکرا کر فرمایا آپ بے تکلفی سے لیٹے رہیں۔ میں تو آپ کا پہرہ دے رہا تھا۔ بچے شور کرتے تھے تو میں انہیں روکتا تھا تاکہ آپ کی نیند میں خلل نہ آئے۔ اللہ اللہ! شفقت کا کیا عالم تھا۔!!

(سیرۃ مسیح موعود مصنفہ حضرت مولوی عبد الکریم صاحب صفحہ ۳۶)

○○○

ایک دفعہ جبکہ حضرت مسیح موعودؑ چہل قدمی سے واپس آکر اپنے مکان میں داخل ہو رہے تھے کسی سائل نے دور سے سوال کیا۔ مگر اس وقت ملنے والوں کی آوازوں میں اس سائل کی آواز گم ہو کر رہ گئی اور حضرت مسیح موعودؑ اندر چلے گئے۔ مگر تھوڑی دیر بعد جب لوگوں کی آوازوں سے دور ہو جانے کی وجہ سے حضرت مسیح موعودؑ کے کانوں میں اس سائل کی دکھ بھری آواز کی گونج اٹھی تو آپؑ نے باہر آکر پوچھا کہ ایک سائل نے سوال کیا تھا وہ کہاں ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت وہ تو اسی وقت یہاں سے چلا گیا تھا۔ اس کے بعد آپؑ اندرون خانہ تشریف لے گئے مگر دل بے چین تھا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ پر اسی سائل کی پھر آواز آئی اور آپ لپک کر باہر آئے اور اس کے ہاتھ پر کچھ رقم رکھ دی اور ساتھ ہی فرمایا کہ میری طبیعت اس سائل کی وجہ سے بے چین تھی اور میں نے دعا کی تھی کہ خدا اسے واپس لائے۔

(سیرۃ المہدی حصہ اوّل صفحہ ۲۸۶)

الغرض حضرت مسیح موعودؑ کا وجود ایک مجسم رحمت تھا۔ وہ رحمت تھا اپنے عزیزوں کے لئے، اور رحمت تھا اپنے دوستوں کے لئے، اور رحمت تھا اپنے دشمنوں کے لئے، اور رحمت تھا اپنے ہمسایوں کیلئے۔ اور رحمت تھا اپنے خادموں کیلئے، اور رحمت تھا سائلوں کے لئے، اور رحمت تھا عامۃ الناس کے لئے۔ اور دنیا کا کوئی چھوٹا یا بڑا طبقہ ایسا نہیں ہے جس کے لئے اس نے رحمت اور شفقت کے پھول نہ بکھیرے ہوں۔ بلکہ میں کہتا ہوں وہ رحمت تھا اسلام کے لئے جس کی خدمت اور اشاعت کے لئے اس نے انتہائی فدائیت کے رنگ میں اپنی زندگی کی ہر گھڑی اور اپنی جان تک قربان کر رکھی تھی

(سیرۃ طیبہ سے ایک اقتباس)

قسط نمبر ۶

حیاتِ طیّبہ

مکرم شیخ عبدالھادی صاحب
(سابق کنسلٹنٹ انجینئر۔ الجزائر)

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام

نوٹ : "حیاۃ طیّبہ" محترم شیخ عبدالقادر صاحب رضؓ (سابق سوداگرمل) مربّی جماعت احمدیہ کی تصنیف ہے۔ بانی جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کے حالات و سوانح پر یہ ایک مبسوط تالیف ہے۔ اس تالیف کا خلاصہ قسط وار احبابِ جماعت کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے تاکہ ہم اندازہ کرسکیں کہ جس شخص کے سپرد آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پیش گوئیوں کے ماتحت اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا عظیم الشّان کام کیا گیا ہے وہ کس درجہ اور کس معرفت کا انسان ہے۔

مجدّدیت اور ماموریّت کے بارے میں پہلا الہام

۱۸۸۲ء کا واقعہ ہے۔ حضور فرماتے ہیں :

"ایک مرتبہ الہام ہوا کہ ملاءِ اعلیٰ کے لوگ خصومت میں ہیں، یعنی ارادہ الٰہی احیاءِ دین کے لئے جوش میں ہے لیکن ہنوز ملاءِ اعلیٰ پر شخص محی کی تعیین نہیں ہوئی۔" اس کے اگلے صفحہ پر فرماتے ہیں :

"اسی اثناء میں خواب میں دیکھا کہ لوگ ایک محی کو تلاش کرتے پھرتے ہیں اور ایک شخص اس عاجز کے سامنے آیا اور اشارہ سے اس نے کہا

ھٰذَا رَجُلٌ یُّحِبُّ رَسُوْلَ اللّٰہِ

یعنی یہ وہ آدمی ہے جو رسول اللہ سے محبت رکھتا ہے۔" اور اس قول سے مطلب تھا کہ شرطِ اعظم اس عہدہ کی محبتِ رسول ہے، سو وہ اس شخص میں متحقق ہے"۔ (براہین احمدیہ، حصہ چہارم صفحہ ۵۰۳،۵۰۲)

انہی ایام میں حضورؑ نے ایک رؤیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں :

"آپؐ کا چہرہ بدرِ تمام کی طرح درخشاں تھا۔ آپ میرے قریب ہوئے اور میں نے ایسا محسوس کیا کہ آپ مجھ سے معانقہ کرنا چاہتے ہیں اور میں نے دیکھا کہ آپ کے چہرے سے نور کی کرنیں نمودار ہوئیں اور میرے اندر داخل ہوگئیں۔ میں ان انوار کو ظاہری روشنی کی طرح پاتا تھا اور یقینی طور پر سمجھتا تھا کہ میں انہیں محض روحانی آنکھوں سے ہی نہیں، بلکہ ظاہری آنکھوں سے بھی دیکھ رہا ہوں اور اس معانقہ کے بعد نہ ہی میں نے یہ محسوس کیا کہ آپ مجھ سے الگ ہوئے ہیں اور نہ ہی یہ سمجھا کہ آپ تشریف لے گئے ہیں۔ اس کے بعد مجھ پر الہامِ الٰہی کے دروازے کھول دیئے گئے اور میرے رب نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا (آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۵۵۰)

یَا اَحْمَدُ بَارَکَ اللّٰہُ فِیْکَ۔ مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ۔ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّا اُنْذِرَ اٰبَاءُ ھُمْ وَلِتَسْتَبِیْنَ سَبِیْلُ الْمُجْرِمِیْنَ۔ قُلْ اِنِّیْ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ (براھینِ احمدیّہ، حصّہ سوم صفحہ ۲۳۸)

یعنی "اے احمد! اللہ نے تجھے برکت دی ہے، پس جو وار تو نے دین کی خدمت کے لئے مخالفوں پر کیا ہے وہ تو نے نہیں کیا بلکہ اللہ نے کیا ہے، خدا نے تجھے قرآن کریم کا علم عطا فرمایا ہے تاکہ تو ان لوگوں کو ہوشیار کرے جن کے باپ دادے ہوشیار نہیں کئے گئے تھے اور تا مجرموں کا راستہ واضح ہو جائے۔ لوگوں سے کہہ دے کہ مجھے خدا کی طرف سے مامور کیا گیا ہے اور میں سب سے پہلے ایمان لایا ہوں"۔ یہ وہ پہلا الہام تھا جو ماموریت کے متعلق آپ پر ہوا۔ مگر ابھی تک آپ کو بیعت لینے کا حکم نہیں ملا تھا۔

آپ کی دوسری شادی ۱۷ نومبر ۱۸۸۴ء

آپ کو دوسری شادی کے سلسلہ میں الہامات ۱۸۸۱ء سے ہو رہے تھے ان میں سے بعض الہامات درج ذیل ہیں۔

۱۸۸۱ء میں ایک الہام یہ ہوا کہ : اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ حَسِیْنٍ (تریاق القلوب صہ ۳۴) یعنی ہم تمہیں ایک حسین لڑکا عطا کرنے کی خوشخبری دیتے ہیں۔

انہی ایام میں ایک دوسرا الہام یہ ہوا کہ : اشکر نعمتی رأیت خدیجتی۔ (نزول المسیح صہ ۱۴۷، ۱۴۶) یعنی، میرا شکر کر تو نے میری خدیجہ کو پایا۔

اسی طرح ایک مرتبہ آپ کو یہ الہام ہوا کہ: "میں نے ارادہ کیا ہے کہ تمہاری ایک اور شادی کروں۔ یہ سب سامان میں خود ہی کروں گا اور تمہیں کسی بات کی تکلیف نہیں ہوگی"۔ حضور فرماتے ہیں :

"اس پیشگوئی کو دوسرے الہامات میں اور بھی تصریح سے بیان کیا گیا ہے، یہاں تک کہ اس شہر کا نام بھی لیا گیا تھا جو دہلی ہے اور یہ پیشگوئی بہت سے لوگوں کو سنائی گئی تھی...... اور جیسا کہ لکھا گیا تھا، ایسا ہی ظہور میں آیا۔ کیونکہ بغیر سابق تعلقات، قرابت اور رشتہ کے دہلی کے ایک شریف اور مشہور خاندان سیادت میں میری شادی ہو گئی...... سو چونکہ خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ میری نسل میں سے ایک بڑی بنیاد حمایت اسلام کی ڈالے گا اور اس میں وہ شخص پیدا کرے گا جو آسمانی روح اپنے اندر رکھتا ہو گا اس لیے اس نے پسند کیا کہ اس خاندان کی لڑکی میرے نکاح میں لاوے اور اس سے وہ اولاد پیدا کرے جو ان نوروں کو جن کی میرے ہاتھ سے تخم ریزی ہوئی ہے دنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلا دے..."

(تریاق القلوب صہ ۶۴، ۶۵)

چنانچہ ان الہامات اور پیشگوئیوں کے عین مطابق حضور کی دوسری شادی حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ آف دہلی کی صاحبزادی حضرت نصرت جہاں بیگم رضؓ کے ساتھ ۱۷ نومبر ۱۸۸۴ء کو دہلی میں سرانجام پائی۔

سُرخی کے چھینٹوں کا نشان ۱۰ جولائی ۱۸۸۵ء

۲۷ رمضان المبارک کو جمعہ کے روز فجر کی نماز پڑھ کر آپ حسبِ معمول آرام فرمانے کے لیے اسی حجرہ میں جا کے چارپائی پر لیٹ گئے جو مسجد مبارک کے ساتھ مشرق کی طرف واقع ہے۔ حضرت مولوی عبداللہ صاحب سنوریؓ اس وقت حضور کے پاؤں دبانے لگ گئے حتیٰ کہ آفتاب نکل آیا اور حجرہ میں بھی روشنی ہو گئی۔ حضرت اقدس اس وقت کروٹ کے بل لیٹے ہوئے تھے اور منہ مبارک پر اپنا ہاتھ کہنی کی جگہ سے رکھا ہوا تھا حضرت مولوی صاحب اس وقت آپ کا پاؤں ٹخنہ کے قریب سے دبا رہے تھے جبکہ حضرت اقدسؑ کے بدن مبارک پر لرزہ سا محسوس ہوا اور اس لرزہ کے ساتھ ہی حضورؑ نے اپنا ہاتھ مبارک منہ پر سے ہٹا کر حضرت مولوی صاحب کی طرف دیکھا۔ اس وقت حضرت اقدس کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے۔ پھر آپؑ پہلے کی طرح منہ پر ہاتھ رکھ کر لیٹے رہے۔ جب حضرت مولوی صاحبؓ کی نظر حضرت اقدسؑ کے ٹخنہ پر پڑی تو ایک قطرہ سرخی کا آپ کو نظر آیا جو کہ بالکل گیلا تھا۔ اسی طرح حضور کے کرتہ پر بھی چند سرخی کے داغ گیلے گیلے نظر آئے۔ حضرت مولوی صاحب نے حیرانی کے عالم میں حجرہ کی ہر جگہ کو نہایت اچھی طرح دیکھا، مگر انہیں کوئی سرخی کا نشان حجرہ کے اندر نہ ملا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضورؑ اٹھ کر مسجد مبارک میں آکر بیٹھ گئے۔ تب حضرت مولوی صاحبؓ نے عرض کی کہ حضور یہ سرخی کہاں سے گری ہے تو حضور نے وہ کشفی نظارہ سنایا جس کے دوران یہ سرخی کے قطرے گرے تھے اور ساتھ یہ بھی سمجھایا کہ اس جہان میں کاملین کو بعض صفات الٰہیہ جمالی یا جلالی متمثل ہو کر دکھلائی جاتی ہیں، اور کشفی امور خارج میں وجود پکڑتے ہیں۔

اعلانِ مجدّدیت و ماموریّت اور دیگر نشانات کا ظہور

۱۸۸۵ء کے شروع میں آپ نے ایک اشتہار انگریزی اور اردو میں بیس ہزار کی تعداد میں شائع فرمایا۔ اور دنیا بھر کے بادشاہوں، وزیروں اور مذہبی لیڈروں کو بھجوایا جس میں آپ نے خدا تعالیٰ سے علم پاکر یہ اعلان فرمایا کہ آپ مجدّدِ وقت ہیں اور روحانی طور پر آپ کے کمالات مسیح ابن مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں۔ ساتھ ہی آپ نے "اعلانِ دعوت" کے نام سے ایک خط بھی شائع فرمایا جس میں مختلف مذاہب کے لیڈروں کو نشان نمائی کی دعوت دی گئی۔ حضرت اقدس کے اس دعویٰ کی صداقت کے لیے خدا تعالیٰ نے بہت سے نشانات دکھلائے۔ ۲۷ اور ۲۸ نومبر ۱۸۸۵ء کی درمیانی رات کو اللہ تعالیٰ نے آپ کی تائید میں آسمان پر ستاروں کے ٹوٹنے کا ایک غیر معمولی نشان دکھایا۔ پھر اس کے بعد یورپ میں وہ ستارہ دکھائی دیا جو حضرت مسیح کے ظہور کے وقت نکلا تھا، اور حضور نے اس ستارہ کو اپنی صداقت کا دوسرا نشان قرار دیا۔

سفرِ ہوشیارپور اور پیشگوئی مصلح موعود

حضرت اقدسؑ کا مدت سے یہ ارادہ تھا کہ آپ کسی ایسی جگہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح متواتر چالیس دن عبادت الٰہی اور دعائیں گزاریں جہاں آپ کو کوئی جانتا نہ ہو۔ چنانچہ جنوری ۱۸۸۶ء میں آپ نے خدا تعالیٰ سے علم پاکر ہوشیارپور میں قیام کیا اور چالیس دن گزارنے

کے بعد ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو ایک اشتہار شائع فرمایا جس میں دوسری پیشگوئیوں کے علاوہ مصلح موعود کی عظیم الشان پیشگوئی بھی درج فرمائی۔ (تبلیغ رسالت جلد اول) جس میں خدا تعالیٰ نے آپ کو ایک "نشانِ رحمت" عطا کیا اور ایک وجیہہ اور پاک لڑکے (مصلح موعود) کی بشارت دی جس کے بارے میں الہامی عبارت کا آخری حصہ درج ذیل ہے :

"... فرزند دلبند گرامی ارجمند، مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعُلَاءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور، جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطۂ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا"۔

اس کے بعد ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں حضرت اقدس علیہ السلام نے مصلح موعود کی پیدائش کے لئے اللہ تعالیٰ سے اطلاع پاکر ۹ سال کی مدت بھی مقرر فرمادی۔ چنانچہ الٰہی وعدہ کے مطابق ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو مصلح موعود کی پیدائش ظہور میں آگئی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

حضرت اقدس کی اولاد

آپ کی پہلی بیوی جو آپ کے رشتہ داروں میں سے ہی تھیں، ان سے آپ کے ہاں صرف دو لڑکے پیدا ہوئے۔ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب رضی اللہ عنہ اور مرزا فضل احمد صاحب رضی اللہ عنہ۔ آپ کی دوسری بیوی حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا سے آپ کے ہاں دس بچے پیدا ہوئے۔ پانچ لڑکے اور پانچ لڑکیاں۔ تفصیل درج ذیل ہے :

(۱) عصمت : ۱۵۔ اپریل ۱۸۸۶ء کو پیدا ہوئیں اور ۱۸۹۱ء میں فوت ہوئیں

(۲) بشیر اول : ۷ا۔ اگست ۱۸۸۷ء کو پیدا ہوئے اور ۴ نومبر ۱۸۸۸ء کو فوت ہوگئے

(۳) حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب رضی اللہ عنہ (مصلح موعود) جو ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو پیدا ہوئے۔ ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء کو خلیفۃ المسیح الثانی ہوئے اور ۸ نومبر ۱۹۶۵ء کو وفات پائی۔

(۴) شوکت : ۱۸۹۱ء میں پیدا ہوئیں اور ۱۸۹۲ء میں فوت ہوگئیں

(۵) حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ : آپ ۲۰۔ اپریل ۱۸۹۳ء کو پیدا ہوئے اور ۲ ستمبر ۱۹۶۳ کو وفات پائی۔

(۶) حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب : آپ ۲۴ مئی ۱۸۹۵ء کو

(بقیہ صـ ۴۲)

کاش جماعت احمدیہ اپنی ذمہ داری کو سمجھے

اور اسلام کے کھوئے ہوئے متاع کو پھر واپس لائے اور پھر وہی اخلاق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں دنیا دیکھے۔ جنہیں دیکھ کر انسان کو خدا تعالیٰ نظر آجاتا ہے۔ وہ امین ہوں اور ایسے امین کہ خود بھوکے مر جائیں، بیوی، بچے بھوکے مر جائیں لیکن دوسرے کی امانت میں خیانت نہ ہو۔ وہ سچے ہوں اور ایسے سچے کہ جان جائے مال و دولت جائے، عہدہ جائے لیکن جھوٹ کا ایک لفظ زبان پر نہ آئے وعدہ کریں تو جان کے ساتھ نباہیں اور ارادہ کریں تو سر ہتھیلی پر رکھ کر اسے پورا کریں ــ (تفسیر کبیر جلد ۶ صـ ۴۴۰)۔

بقیہ : افضال الٰہی

آتا ہے کہ کہیں حاسدین کے دل غضب سے پھوٹ نہ جائیں۔ جب حضور کیلگری پہنچے ہیں تو ۶ پولیس کاریں آگے پیچھے اور بہت سے موٹر سائیکل ہوتے تھے ہم کاروں کے اس قافلہ کو ٹریفک میں سے گذارنے کے لئے دونوں اطراف سے ساری ٹریفک بند کردی جاتی تھی جب تک کہ آخری کار نہ گزر جائے۔

ٹورانٹو کے ریسپشن میں ۱۵۰۰ معززین شریک تھے جن میں ۷ فیڈرل ممبر پارلیمنٹ، ۲ صوبائی وزیر اور ممبر پارلیمنٹ اور ۶ میئرز اور کئی لیڈر جمع تھے۔

ٹاؤن آف وان میں جب حضرت امام جماعت احمدیہ تشریف لائے تو قونصل اور شہر کے میئر نے اس دن کو "احمدیہ مسلم ڈے" اور اسی ہفتے کو "احمدیہ مسلم وِیک" قرار دیا۔ اور شہر کی چابی اور شہر کا جھنڈا، ایک خوبصورت تختی پہ لکھی ہوئی تحریر WEL COME کی مبارکباد کے ساتھ حضور کی خدمت میں پیش کی۔

اونٹاریو کے ایک وزیر MINISTER OF LABOUR نے استقبالیہ تقریب میں حضور کے ساتھ کچھ دیر بیٹھنے کا موقع ملنے پر اظہار مسرت کرتے ہوئے کہا : "آج رات جو میری عزت افزائی ہوئی ہے اس کا میں بے حد ممنون ہوں اور وہ عزت یہ ہے کہ میں آپ کے ساتھ بیٹھا رہا اور یہ لمحے مجھے بہت ہی عزیز ہیں"۔

کینیڈا میں صد سالہ جشن کی تقریب میں ایک وزیر نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بانی جماعت احمدیہ کی تصویر کی طرف اشارہ کرکے نہایت جذبات سے کہا "یہ وہ شخص ہے جس نے آج سے ایک سو سال پہلے یہ اعلان کیا تھا کہ خدا نے مجھے بتایا ہے کہ "میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا" اور آج میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ یہ شخص سچا تھا"۔ (بشکریہ، ہفت روزہ بدر، قادیان)

آسماں پر دعوتِ حق کیلئے اِک جوش ہے

قبولیّت احمدیّت کا ایمان افروز واقعہ

محترم رانا فیض بخش نون صاحب ، جمال والا ضلع ملتان

مہر عاشق محمد صاحب سرگانہ نائب تحصیلدار مرحوم ساکن موضع باگڑ سرگانہ تحصیل کبیروالا ضلع ملتان حال ضلع خانیوال سے کافی عرصہ ہوا ملاقات ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا باگڑ سرگانہ کی جماعت کب قائم ہوئی تھی؟ انہوں نے فرمایا کہ اس جماعت کی بنیاد ۱۹۰۲ء میں پڑ گئی تھی۔ میں نے کہا کہ اس زمانہ میں تو یہ علاقہ جنگل ویرانہ تھا۔ ذرائع ابلاغ نہ ہونے کے برابر تھے ۱۹۰۲ء میں احمدیت کی آواز یہاں کیسے پہنچ گئی۔ اس پر مہر صاحب مرحوم نے فرمایا کہ ہمارا دادا اس علاقہ کا ذیلدار تھا۔ ہمارے خاندان کا یہ دستور تھا کہ جب کوئی بچہ سنِ بلوغت کو پہنچ جاتا تو کسی نہ کسی مُرشد بزرگ کی بیعت کرا دی جاتی تھی۔ ذیلدار کا بیٹا مسمّی مہر اعظم جب سنِ بلوغ کو پہنچ گیا تو باپ نے ارشاد فرمایا کہ بیٹا کسی مرشد کا دامن تھام لو۔ اس نے کہا ابا! کس بزرگ کا دامن تھاموں۔ باپ نے کہا کہ ملتان میں حضرت مولوی نبی بخش صاحب بہت بڑے بزرگ ہیں جا کر ان کی بیعت کر لو۔ چنانچہ مہر اعظم صاحب ملتان چلے گئے۔ چند دن لگا کر واپس آ گئے۔ باپ نے پوچھا کیا بیعت کر آئے۔ کہنے لگے نہیں ابا دل کی تسلّی نہیں ہوئی۔ ظاہری ٹھاٹھ باٹھ بڑا ہے۔ حقیقت مجھے نظر نہیں آئی۔ باپ نے کہا کہ اچھا اب تم تونسہ شریف چلے جاؤ وہاں حضرت خواجہ اللہ بخش صاحب تونسوی بزرگ ہیں ان کی بیعت کر آؤ۔ بیٹا تونسہ شریف گیا۔ چند دن لگا کر بغیر بیعت کیے واپس آ گیا اور کہا کہ اطمینان قلب نہیں ہوا۔ باپ نے کہا کہ سندیلیانوالی نزد پیر محل کا گدی نشین مشہور بزرگ ہے اس کی بیعت کر لو۔ پھر وہاں چلے گئے اور خالی ہاتھ واپس آ گئے اور وہی جواب کہ دل کی تسلّی نہیں ہوئی، باپ نے ناراض ہو کر سخت سُست کہا اور فرمایا تیرے لئے فرشتے کہاں سے ڈھونڈ لاؤں۔

حق کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے کہ مجھے وہ پیر و مرشد عطا فرما جس سے میرا دل مطمئن ہو جائے اور تیرے دروازے تک پہنچا دے۔ دعا سنی گئی۔ ایک رات خواب دیکھا کہ لوگوں کا گروہ کمریں کسے ہوئے سڑک پر دوڑا جا رہا ہے۔ ان سے پوچھا کہاں دوڑے جا رہے ہو۔ جواب ملا کہ مہدی علیہ السلام عبدالحکیم ریلوے سٹیشن پر آ رہے ہیں ان کو ملنے جا رہے ہیں۔ یہ بھی ان کے ساتھ چل پڑے، تمام مجمع جب ریلوے سٹیشن پر پہنچا تو اس کے بعد ریل گاڑی سٹیشن پر رُک گئی۔ ریل کے ایک ڈبّہ کے سامنے جمِ غفیر جمع ہو گیا۔ جب رش کم ہوا تو مہر اعظم صاحب آگے بڑھے مہدی علیہ السلام سے مصافحہ کیا اور پوچھا حضور آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا "میں نے ساری دنیا کا دورہ کرنا ہے اسی سلسلہ میں یہ سفر ہے"۔ پھر مہر صاحب موصوف نے پوچھا حضور آپ کو کہاں آ کر ملوں جواب ملا "تم قادیان آ کر مجھے مل سکتے ہو"۔ اس کے بعد وہ جاگ پڑے۔

اس زمانہ میں قادیان کو اس طرف کے لوگ نہیں جانتے تھے۔ بندے بندے سے پوچھتے کہ قادیان کوئی گاؤں، کوئی شہر یا کوئی علاقہ ہے اگر ہے تو کہاں ہے۔ جواب نفی میں ملتا رہا۔ ایک دن اپنے گاؤں کے ایک ہندو ٹیچر سے پوچھا کہ آپ نے جغرافیہ پڑھا ہوگا، کوئی بستی یا قصبہ یا علاقہ ایسا ہے جس کو قادیان کے نام سے پکارا جاتا ہو۔ ٹیچر نے جواب دیا مجھے اور تو کوئی علم نہیں، ہمارا رسالہ "آریہ پرکاش" شائع ہوتا ہے اس میں قادیان کا ذکر آتا ہے پھر پوچھا کہ ماسٹر صاحب قادیان کس علاقہ میں ہے۔ ماسٹر صاحب نے جواب دیا کہ قادیان ضلع گورداسپور میں ہے اور بٹالہ اس کی تحصیل ہے۔ یہ پتہ مل جانے پر گھر آئے تیاری شروع کر دی اور سفر کا سامان باندھنا شروع کر دیا۔ عبدالحکیم سٹیشن سے ریل پر سوار ہو کر خانیوال، لاہور، امرتسر اور پھر بٹالہ پہنچ گئے۔ پلیٹ فارم سے باہر آئے چند آدمی کھڑے تھے ان سے قادیان کا رستہ پوچھا انہوں نے کہا شریف آدمی وہاں جا کر کیا کرو گے سب دھوکہ اور فریب ہے۔ نری دکانداری ہے۔ جواب ملا طویل سفر کر کے آیا ہوں اب تو قادیان دیکھ کر ہی جاؤں گا۔ انہوں نے راہنمائی نہ کی۔ ایک اور شخص

(بقیہ صہ ۴۲ پر)

مشرقی یورپ میں زبردست انقلاب

اور

ایک حیرت انگیز پیشگوئی

محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد، مؤرخ احمدیت

یہ عجیب اور پراسرار بات ہے کہ احمدیت کی دوسری صدی کے آغاز کے ساتھ ہی اقوام عالم میں انقلاب کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا ہے اور برلن کی آہنی دیوار کے پاش پاش ہونے کا واقعہ بھی اس کی ایک کڑی ہے جس نے پوری دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے اور مبصرین اسے قصرِ اشتراکیت کے ہل جانے سے تعبیر کر رہے ہیں۔

مادی آنکھ اس زبردست انقلاب کو محض ایک **اتفاق** قرار دیگی مگر عارفوں اور اہل بصیرت کے نزدیک اس تغیرِ عظیم کے پیچھے یقیناً خدائی تصرف اور آسمانی تقدیر کا ہاتھ کارفرما نظر آتا ہے جس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ خدا کے ایک محبوب بندہ نے ۱۹۴۲ء اور ۱۹۴۵ء میں جبکہ جرمنی ایک متحد اور طاقتور ملک تھا اور مشرقی اور مغربی جرمنی کی موجودہ حکومتوں کا وجود تک نہیں تھا۔ ان محیر العقول تغیرات کی قبل از وقت خبر دے دی تھی۔ میری مراد امام جماعت احمدیہ سیدنا حضرت فضل عمرؓ سے ہے جنہوں نے ۲۸ دسمبر ۱۹۴۲ء کو جلسہ سالانہ قادیان سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"بالشوزم کے موجودہ نظام پر نہیں جانا چاہیئے، وہ اس وقت زار کے ظلموں کو یاد رکھے ہوئے ہے۔ جس دن یہ خیال ان کے دل سے بھولا پھر یہ طبعی احساس کہ ہماری خدمات کا ہم کو صلہ ملنا چاہیئے ان کے دلوں میں پیدا ہو جائے گا۔ **نئی پود بغاوت کرے گی اور اس تعلیم کی ایسی شناعت ظاہر ہو گی کہ ساری دنیا حیران رہ جائے گی۔**"

(نظام نو صفحہ ۸۶، طبع سوم ۲۹ مارچ ۱۹۴۵ء)

دو سال بعد آپ کا ۲۶ فروری ۱۹۴۵ء کو احمدیہ انٹر کالجیٹ ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام احمدیہ ہوسٹل واقع ۳۲۔ ڈیوس روڈ لاہور میں ایک معرکہ آراء لیکچر ہوا جس میں احمدی احباب کے علاوہ ہزاروں کی تعداد میں مسلم اور غیر مسلم معززین بھی شامل تھے، جن کی اکثریت چوٹی کے اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ اور پنجاب یونیورسٹی کے پروفیسر اور طلباء سے تعلق رکھتی تھی۔ اس لیکچر کے آخر میں آپ نے ایک بار پھر واشگاف لفظوں میں پیشگوئی فرمائی کہ:

"اس وقت کمیونزم کی کامیابی محض زار کے مظالم کی وجہ سے ہے جب پچاس ساٹھ سال کا عرصہ گزر گیا۔ جب زار کے ظلموں کی یاد دلوں سے مٹ گئی تب ہم سمجھیں گے کہ کمیونزم واقعہ میں ماں کی محبت اور باپ کے پیار اور بہن کی ہمدردی کو کچلنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ لیکن دنیا یاد رکھے یہ محبتیں کبھی کچلی نہیں جا سکتیں۔ ایک دن آئے گا کہ پھر یہ محبتیں اپنا رنگ لائیں گی ... وہ انسان کو انسان نہیں بلکہ ایک مشینری کی حیثیت دے رہا ہے مگر یہ مشینری زیادہ دیر تک نہیں چل سکتی۔ **وقت آئے گا کہ انسان اس مشینری کو توڑ پھوڑ کر رکھ دے گا اور اس نظام کو اپنے لئے قائم کرے گا جس میں عائلی جذبات کو اپنی پوری شان کے ساتھ برقرار رکھا جائے گا۔**" (... اقتصادی نظام صفحہ ۸۵ طبع اول، اگست ۱۹۴۵ء قادیان)

پھر روس کے آہنی پردہ اور اس میں داخلے کی ناروا پابندیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دوٹوک لفظوں میں اعلان فرمایا:

"آخر یہ کولڈ سٹوریج میں رکھنے کا معاملہ کب تک چلے گا۔ ایک دن یہ دیوار ٹوٹے گی اور دنیا ایک زبردست تغیر دیکھے گی۔"

(الیضاً صفحہ ۱۰۰)

۶ مارچ ۱۸۹۷ء: یہ دن اپنے اندر ایک بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ اس دن خدا تعالیٰ نے اپنے نبی اور مرسل کی تائید میں ایک عظیم الشان نشان ظاہر کیا یعنی حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی کے مطابق پنڈت لیکھرام ہلاک ہوا

عالمِ عرب میں

وفاتِ مسیح کا اقرار

چوہدری رفیق احمد صاحب ناصر، سکالر قاہرہ یونیورسٹی، قاہرہ

چودھویں صدی کے مجدّد اور امام آخر الزمان حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصّلوۃ والسلام وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے تحدی کے ساتھ اس بات کا اعلان کیا کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم صلیب پر نہیں فوت ہوئے بلکہ وہ وہاں سے صحیح سلامت بے ہوشی کی حالت میں اتار لیئے گئے اور پھر فلسطین سے ہجرت کر کے براستہ افغانستان کشمیر ہندوستان پہنچے جہاں پر ۱۲۰ سال کی عمر پاکر طبعی موت پا گئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

جس وقت آپؑ نے اپنے اس دعویٰ کو تحدی کے ساتھ دنیا میں پیش کیا بہت سے لوگوں نے اس کی مخالفت کی اور کچھ لوگوں نے تو آپؑ پر کئی قِسم کے فتاویٰ بھی جاری کر دیئے۔ وقت گذرتا گیا اور اسّی کی دہائی میں رفتہ رفتہ دنیائے اسلام میں اس طرف کافی رجحان پیدا ہوا اور آہستہ آہستہ عالمِ عرب کے مسلمان اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوتے گئے کہ حقیقت میں حضرت عیسیٰ ابن مریم آسمان پر زندہ نہیں ہیں بلکہ وہ فوت ہو چکے ہیں، دوسرے انبیاء کی طرح۔ اس حقیقت کا اظہار مندرجہ ذیل شواہد سے ہوتا ہے:

(۱) عصرِ حاضر میں —— ایک مسلم داعی الی اللہ مکرم احمد دیدات صاحب جن کے ذریعہ جنوبی افریقہ میں بہت سے عیسائیوں نے اسلام قبول کیا، حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور جماعت کے علماء کی کتب کا مطالعہ کرنے کے بعد اس عقیدۂ وفاتِ مسیح ناصری پر صحیح اور کامل ایمان لائے اور پھر اس کو اپنی تحریر و تقریر کا ہدف بنالیا اور اسی بنیاد پر انہوں نے ایک بڑے لاٹ پادری سے زبردست مباحثہ کیا اور اسلام کی فتح کا نقارہ بجایا جس کو عالمِ اسلام میں بہت قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

(۲) چند سال قبل ۱۹۸۷ء میں خاکسار کو عمرہ اور حج کی غرض سے مکّہ و مدینہ جانے کا موقعہ ملا اور اسی دوران "الرابطۃ العالم الاسلامی" مکّہ کے ہیڈ کوارٹر میں جانے کا موقعہ ملا۔ ادارے کے ماہانہ جریدہ "الرابطہ" بھی دیکھنے کا اتفاق ہوا جس میں موصوف احمد دیدات صاحب کی کتاب مؤلفہ بزبان انگریزی CRUCIFIXION OR CRUCIFICTION کا عربی ترجمہ ۶ یا ۷ قِسطوں میں شائع ہو کر عالم اسلام میں پھیلایا گیا تھا۔ اس کتاب میں علامہ موصوف نے حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی حیات و وفات کے بارہ میں تقریباً وہی استدلال پیش کئے ہیں جن پر سیّدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام نے اپنی بہت سی کتب پر بحث کی ہے۔ عام طور پر جب علماء اور مسلمانوں کو وفاتِ مسیح کے مسئلہ کے بارہ میں جماعت احمدیہ کے علماء کی طرف سے دعوت دی جاتی ہے تو اس پر کان نہیں دھرتے ہیں، اور یہ اللہ تعالیٰ نے ایک ذریعہ بنا دیا کہ وہ ان کے ہی ایک عالِم کے ذریعہ جماعت احمدیہ کے دلائل کو سُنیں اور اس پر یقین رکھیں۔ پہلے اس کتاب کو سعودی عرب کی طرف سے ترجمہ کروا کر "الرابطہ" میں شائع کرا دیا گیا اور ۱۹۸۹ء کے شروع میں مصر میں ازھر یونیورسٹی کے اسلامک ریسرچ اکاڈمی کے جنرل ڈیپارٹمنٹ کی منظوری سے ایک مصری عالم علی الجوھری نے عربی میں ترجمہ کروا کر دارالاعتصام مطبع القاہرہ سے چھپوایا۔ فالحمدللّٰہ کہ وہ عقدہ جس کو حضرت مسیح موعودؑ نے دنیا کے سامنے پیش کیا اب غیر احمدی علماء بھی اس کی اتباع کرتے ہوئے اس کو قبول کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں۔

(۳) قاہرہ مصر کی قدیم اسلامی یونیورسٹی "ازھر شریف" کی ایک شاخ جو دوسرے صوبے "دمنور" میں ہے اسکی کلیۃ الشریعۃ والقانون ڈیپارٹمنٹ کے بی اے کے چوتھے سال کے ایک امتحانی پرچہ میں بھی یہ سوال طلباء سے پوچھا گیا کہ حضرت مسیحؑ کی موت کے بارہ میں انجیل اور قرآن کریم سے دلائل دیجیئے جسکو تقریباً اس سال کے ۳۰۰ طلباء نے حل کیا اور اس سے قبل ڈاکٹرز کی طرف سے یہ مادّہ نصاب کلاس میں پڑھایا جاتا رہا ہے۔ فالحمدللّٰہ کہ اب عرب کے مسلمان بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے بارہ میں اقرار کرتے جا رہے ہیں اور وہ دِن دور نہیں جب عرب کے سعید الفطرت مسلمان کثیر تعداد میں جماعت احمدیہ میں شامل ہوں گے، احمدیت جلد ہی اس خطّہ میں پھیلے گی، انشاء اللّٰہ

روزہ کے مسائل

اسلامی عبادات کا ایک اہم رکن روزہ ہے۔ روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس میں تزکیۂ نفس، اس کی اصلاح اور قوتِ برداشت کی تربیت مدّنظر ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"جس دین میں مجاہدات نہ ہوں وہ دین ہمارے نزدیک کچھ نہیں"

(فتاویٰ مسیح موعود صفحہ ۱۳۷)

صوم (روزہ) کے لغوی معنی رُکنے اور کوئی کام نہ کرنے کے ہیں شرعی اصطلاح میں طلوع فجر (صبح صادق) سے لیکر غروب آفتاب تک عبادت کی نیت سے کھانے پینے اور جماع سے رُکے رہنے کا نام صوم، یا روزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ (البقرة: ۱۸۸)

(رات کے وقت) کھاؤ پیو یہاں تک کہ تمہیں سفید دھاری سیاہ دھاری سے الگ نظر آنے لگے یعنی فجر طلوع ہو جائے۔ تو اس کے بعد رات آنے تک سارا دن روزہ کی تکمیل میں لگے رہو۔

خدا کی خاطر اور اس کی رضا کے حصول کیلئے کھانے پینے اور جنسی خواہش سے رُکنے کا حکم ہر قسم کی برائیوں سے بچنے کے لئے بطور علامت ہے۔

روزہ کی غرض

روزہ اصلاحِ نفس کا ذریعہ ہے کیونکہ جہاں انسان خدا کی خاطر لذّات کو ترک کر دیتا ہے وہاں اسے اپنے نفس کو زیادہ سے زیادہ نیکی پر قائم کرنے اور ہر قسم کی حرام اور نجس چیزوں سے پرہیز کی کوشش کرنے کا سبق ملتا ہے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"روزوں کی غرض کسی کو بھوکا یا پیاسا مارنا نہیں ہے۔ اگر بھوکا مرنے سے جنت مل سکتی تو میں سمجھتا ہوں کافر سے کافر اور منافق سے منافق لوگ بھی اس کے لینے کے لئے تیار ہو جاتے کیونکہ بھوکا پیاسا مر جانا کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ درحقیقت مشکل بات اخلاقی اور روحانی تبدیلی ہے..... رمضان کی اصل غرض یہ ہے کہ اس ماہ میں انسان خدا تعالیٰ کے لئے تیار ہو جائے۔ اس کا بھوکا رہنا علامت اور نشان ہوتا ہے اس بات کا کہ وہ اپنے ہر حق کو خدا کیلئے چھوڑنے کے لئے تیار ہے۔

کھانا پینا انسان کا حق ہے۔ میاں بیوی کے تعلقات اس کا حق ہے اس لئے جو شخص ان باتوں کو چھوڑتا ہے وہ یہ بتاتا ہے کہ میں خدا تعالیٰ کے لئے اپنا حق چھوڑنے کیلئے تیار ہوں۔" (الفضل ۲۰ مارچ ۱۹۲۶ء صفحہ ۵-۶)

روزہ کس پر فرض ہے

ماہ رمضان کے روزے رکھنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر عاقل بالغ تندرست مومن مرد، عورت پر فرض کیا گیا ہے۔ ایک دن کا روزہ بھی عمداً بلا کسی شرعی عذر کے ترک کرنا بڑا گناہ ہے جس کی تلافی تمام عمر کا روزہ رکھ کر بھی نہیں ہو سکتی جو شخص مسافر ہو یا بیمار اس کے لئے رخصت ہے کہ وہ دوسرے دنوں میں روزے پورے کرے جو دائم المریض یا بہت بوڑھا اور ضعیف ہو گیا ہو اس پر روزہ فرض نہیں ہے۔ ایسے معذور لوگ ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کریں۔ یہی حکم حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کا ہے، اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:-

مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ۔

(البقرة: ۱۸۵)

تم میں سے جو شخص مریض ہو یا مسافر ہو اور سفر میں ہو تو اسے اور دنوں میں تعداد پوری کرنی ہوگی۔ اور ان لوگوں پر جو اس یعنی روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں بطور فدیہ ایک مسکین کا کھانا دینا بشرط استطاعت واجب ہے۔

سفر میں روزہ کی چار صورتیں

(۱) اگر سفر جاری ہو یعنی پیدل یا سواری پر۔ اور چلتا چلا جا رہا ہو تو روزہ نہ رکھے کیونکہ اس صورت میں روزہ چھوڑنا ضروری ہے۔

(۲) اگر سفر کے دوران کسی جگہ رات کو ٹھہرنا ہے اور سہولت میسر ہے تو روزہ

رکھا جا سکتا ہے۔ یعنی روزہ رکھنے اور نہ رکھنے دونوں کی اجازت ہے، جبکہ دن بھر وہاں قیام ہے۔

(۳) سحری کھانے کے بعد سفر سے سفر شروع ہو اور افطاری سے پہلے پہلے سفر ختم ہو جائے یعنی گھر واپس آجانے کا ظنّ غالب ہو تو روزہ رکھ سکتا ہے۔

(۴) اگر کسی جگہ پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنا ہے تو وہاں سحری کا انتظام کیا جائے اور روزہ رکھا جائے۔

روزہ کب رکھا جائے گا

رمضان کی ابتداء چاند دیکھنے سے ہوتی ہے۔ اگر مطلع صاف نہ ہو تو شعبان کے تیس دن پورے کریں اور پھر روزے شروع کریں۔ چاند کے دیکھے جانے کے بارے میں اگر یقینی اطلاع دوسری جگہ سے مل جائے تو اس کے مطابق عمل کرنا چاہیئے۔ اسی طرح چاند دیکھ کر ہی رمضان کا اختتام ہوتا ہے اور اگر مطلع ابر آلود ہو تو رمضان کے تیس دن پورے کرے سوائے اس کے کہ کسی جگہ سے چاند دیکھے جانے کی یقینی اطلاع موصول ہو جائے۔

نواقض روزہ

عمداً کھانے پینے اور جماع یعنی جنسی تعلق قائم کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ انیما کروانے، ٹیکہ کروانے اور جان بوجھ کر قے کرنے سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ حدیث میں ہے:

مَنْ ذَرَعَهُ الْقَيْئُ وَهُوَ صَائِمٌ فَلَيْسَ عَلَيْهِ قَضَاءٌ وَمَنِ اسْتَقَاءَ عَمَدًا فَلْيَقْضِ۔" (جامع ترمذی باب من استقاء عمداً)

ترجمہ: اگر کسی روزہ دار کو بے اختیار قے آجائے تو اس پر روزہ کی قضاء نہیں لیکن جو روزہ دار جان بوجھ کر قے کرے وہ روزہ کی قضاء کرے

رمضان کا روزہ عمداً توڑنے والے کیلئے اس روزہ کی قضاء کے علاوہ کفّارہ (یعنی بطور سزا) ساٹھ روزے متواتر رکھنا بھی واجب ہے۔ اور اگر روزہ رکھنے کی استطاعت نہ ہو تو اپنی حیثیت کے مطابق ساٹھ غریبوں کو کھانا کھلانا، اکٹھے بیٹھا کر یا متفرق طور پر یا ایک غریب کو ہی ساٹھ دن کے کھانے کا راشن دے دینا یا اسکی قیمت ادا کرنا کافی ہے۔ اگر کھانے کھلانے کی بھی استطاعت نہ ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کے رحم اور اس کے فضل پر بھروسہ کرنا چاہیئے اور توبہ واستغفار کرنی چاہیئے۔

وہ امور جن سے روزہ نہیں ٹوٹتا

اگر کوئی بھول کر کچھ پی لے تو اس کا روزہ علیٰ حالہٖ باقی رہے گا اور کسی قسم کا نقص اس کے روزہ میں واقع نہیں ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اِذَا نَسِيَ اَحَدُكُمْ فَاَكَلَ اَوْشَرِبَ فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ فَاِنَّمَا اَطْعَمَهُ اللّٰهُ وَسَقَاهُ۔

(بخاری کتاب الصوم، باب الصائم اذا اکل اوشرب ناسیًا)

اگر کوئی شخص بھول کر روزہ میں بھول کر کھا پی لے تو اس سے اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا وہ اپنا روزہ پورا کرے کیونکہ اس کو اللہ تعالیٰ کھلا پلا رہا ہے۔ اگر بلا اختیار حلق میں یا پیٹ میں دھواں، گرد وغبار، مکھی اور کلی کرتے وقت چند قطرے پانی چلا جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اسی طرح کان میں پانی جانے یا دوا ڈالنے، بلغم نگلنے، بلا اختیار قے آنے، نکسیر پھوٹنے، دانت سے خون جاری ہونے، چیچک کا ٹیکہ لگوانے، مسواک یا برش کرنے، خوشبو سونگھنے، ناک میں دوا چڑھانے، سر یا داڑھی میں تیل لگانے، بچے یا بیوی کا بوسہ لینے، دن کے وقت سونے میں احتلام ہو جانے یا سحری کے وقت غسل جنابت نہ کر سکنے کی وجہ سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

روزہ نہ رکھنے والے

رمضان کا روزہ بلا عذر یا معمولی معمولی باتوں کو عذر بنا کر ترک کرنا درست نہیں۔ ایسے لوگ جو جان بوجھ کر روزہ نہیں رکھتے ان کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "مَنْ اَفْطَرَ يَوْمًا مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ رُخْصَةٍ وَلَا مَرَضٍ فَلَا يَقْضِيْهِ وَلَوْ صَامَ الدَّهْرَ كُلَّهُ وَلَا صَامَ الدَّهْرِ"

(مسند دارمی باب من افطر یوما من رمضان متعمداً)

جو شخص بلا عذر رمضان کا ایک روزہ ترک کرتا ہے وہ شخص اگر بعد میں تمام عمر اس روزہ کے بدلے میں روزے رکھے تو بھی بدلہ نہیں چکا سکے گا

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "میرے نزدیک ایسے لوگ بھی ہیں جو روزہ کو بالکل معمولی حکم تصور کرتے ہیں اور چھوٹی چھوٹی وجہ کی بناء پر روزہ ترک کر دیتے ہیں بلکہ اس خیال سے بھی کہ ہم بیمار ہو جائیں گے روزہ چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ یہ کوئی عذر نہیں کہ آدمی خیال کرے میں بیمار ہو جاؤں گا ...... روزہ ایسی حالت میں ہی ترک کیا جا سکتا ہے کہ آدمی بیمار ہو اور وہ بیماری بھی اس قسم کی ہو کہ اس میں روزہ رکھنا مضر ہو۔

(الفضل ۱۱ر اپریل ۱۹۲۵ء)

روزوں کی اقسام

روزوں کی مختلف اقسام ہیں جن کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔ (بقیہ صفحہ ۳۶)

انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت

ڈاکٹر محمد جلال شمس، مبلغ سلسلہ،

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی مختلف آیاتِ کریمہ میں جہاد فی سبیل اللہ اور مجاہدہ کی اہمیت بیان فرمائی ہے۔ مجاہدہ یا جہاد فی سبیل اللہ کے متعدد پہلو ہیں۔ انفاق فی سبیل اللہ بھی ان میں سے ایک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو متعدد نعماء سے نوازا ہے۔ مال بھی انہیں میں سے ایک نعمت ہے۔ مال کی قربانی کا مطالبہ کر کے دراصل اللہ تعالیٰ اس بات کا امتحان لیتا ہے کہ آیا میرا بندہ وہ نعمت جو خود میں نے اسے عطا کی ہے اس نعمت میں سے میری راہ میں کچھ دینے کیلئے تیار ہوتا ہے نہیں۔ بالفاظ دیگر ہم جو کچھ بھی خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں وہ دراصل اللہ تعالیٰ کی ہی دی ہوئی نعمت ہوتی ہے جس کو ہم اسی کی رضا کی خاطر کلیتہً یا اس کا کچھ حصہ دوبارہ اسی کی راہ میں پیش کر رہے ہوتے ہیں۔ سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا ہے کہ

سب کچھ تری عطا ہے، گھر سے تو کچھ نہ لائے

قرآن مجید میں انفاق فی سبیل اللہ کا متعدد آیات کریمہ میں حکم دیا گیا ہے اور مومنوں کو خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر مال قربان کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ چند ایک آیات درج ذیل ہیں:

(۱) "وأنفقوا فی سبیل الله ولا تلقوا بأیدیکم إلی التهلكة وأحسنوا إنّ الله یحبّ المحسنین" (بقرہ ۱۹۶)

(۲) من ذا الذی یقرض الله قرضاً حسناً فیضعفه له وله أجر کریم (الحدید: ۱۲)

(۳) وأنفقوا خیراً لأنفسکم ومن یُوق شُحّ نفسه فأولئك هم المفلحون (التغابن: ۱۷)

(۴) ألذین ینفقون أموالهم باللیل والنّهار سرّاً وعلانیةً فلهم أجرهم عند ربّهم ولا خوف علیهم ولا هم یحزنون۔ (البقرہ: ۲۷۵)

یہ آیات بطور نمونہ پیش کی گئی ہیں، ورنہ قرآن مجید میں مختلف مقامات پر بار بار انفاق فی سبیل اللہ کا حکم دیا گیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ انفاق فی سبیل اللہ کی حکمت اور فوائد بھی بیان کر دیے گئے ہیں۔ ان آیات کے عمومی مفہوم کو مدنظر رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کیے جا سکتے ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے مال میں کمی نہیں ہوتی۔

(۲) اللہ تعالیٰ اس شخص کے اموال میں برکت دیتا ہے جو خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے، یعنی خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے سے مال بڑھتا ہے۔

(۳) خدا تعالیٰ کی راہ میں خفیہ مالی قربانی بھی کی جاتی ہے تاکہ دکھاوا نہ ہو، اسی طرح اعلانیہ بھی خدا تعالیٰ کی راہ میں مال پیش کیا جا سکتا ہے تاکہ دوسرے احباب کو ترغیب ہو۔

(۴) انفاق فی سبیل اللہ سے پہلوتہی کرنا ہلاکت کا موجب ہے، اس سے انسان کی روحانی زندگی پر موت وارد ہو سکتی ہے۔

(۵) اللہ تعالیٰ کی راہ میں بہترین مال پیش کرنا چاہیئے۔

(۶) انفاق فی سبیل اللہ کے بعد احسان نہیں جتانا چاہیئے کہ ہم نے خدا کی راہ میں قربانی کر کے کوئی بڑا معرکہ مارا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا یہ احسان سمجھنا چاہیئے کہ اس نے نیکی کی توفیق دی۔

(۷) اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے دفع بلا یا ہوتی ہے، یعنی انسان بہت سے مصائب سے بچ جاتا ہے۔

(۸) جو قومیں انفاق فی سبیل اللہ نہیں کرتیں ممکن ہے کہ ان پر تباہی آئے اور وہ ہلاک ہو جائیں۔

(۹) مال خرچ کرتے وقت اپنی ایمانی حالت کو مدنظر رکھنا چاہیئے۔

(۱۰) جو شخص خدا تعالیٰ کی راہ میں قربانی کرے اللہ تعالیٰ اس کی قربانی کے نتائج کو بڑھا چڑھا کر ایسے ہی ظاہر فرماتا ہے جیسا کہ گندم کے ایک دانہ سے کئی دانے اگتے ہیں۔

(۱۱) ماں باپ، رشتہ داروں یتامیٰ اور مساکین حتّٰی کہ مسافر کی مدد کے لئے جو بھی مال خرچ کیا جاتا ہے وہ سب انفاق فی سبیل اللہ میں شامل ہے۔ مالی قربانی کی دو صورتیں ہیں۔ ایک صورت تو فرض یا واجب کی

حیثیت رکھتی ہے، جسے زکوٰۃ کا نام دیا جاتا ہے۔ ہر وہ مسلمان جس کے پاس ایک خاص مقدار تک مال ہو وہ زکوٰۃ ادا کرتا ہے، جس خاص مقدار پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اس کو "نصاب" کہا جاتا ہے۔ زکوٰۃ دینے والا اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر مالی قربانی کرتا ہے اور ثواب کماتا ہے، لیکن اگر کوئی مسلمان جس کے پاس "نصاب" سے زیادہ مال ہو وہ زکوٰۃ از خود ادا نہ کرے تو اسلامی حکومت میں اس سے زبردستی زکوٰۃ وصول کی جائے گی۔ کیونکہ زکوٰۃ ایک پہلو سے "سٹیٹ ٹیکس" کی حیثیت رکھتی ہے۔ لیکن ساتھ ہی جو مسلمان بہ رضا و رغبت از خود زکوٰۃ ادا کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو حاصل کر لیتا ہے۔

مالی قربانی کی دوسری صورت طوعی ہے۔ یعنی ایک مسلمان زکوٰۃ کے علاوہ بھی خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر اس کی راہ میں مال خرچ کرتا ہے۔ اگرچہ یہ مالی قربانی طوعی ہوتی ہے لیکن امام وقت اگر چاہے تو طوعی قربانی کو بھی لازمی قرار دے سکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں اس کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔ اسلامی تاریخ کا مشہور واقعہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو قربانی کی تلقین کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر میں موجود نصف مال آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے۔ جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی باری آئی اور آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آنحضورؐ کے استفسار پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! مجھے گھر میں جو کچھ بھی نظر آیا میں وہ سارا مال حضور اقدس کی خدمت میں لے آیا ہوں۔

ابتدائے اسلام میں مالی قربانی کے ساتھ ساتھ جان کی قربانی بھی پیش کی جاتی تھی۔ لیکن سیدنا امام مہدی و مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں اب چونکہ مذہبی جنگوں کا زمانہ نہیں رہا اس لئے مالی قربانی غیر معمولی اہمیت اختیار کر گئی ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے کہ ہم جو مالی قربانی بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں پیش کرتے ہیں، وہ اپنے فضل سے اسے قبول فرماتا ہے، اور اس کے عظیم الشان نتائج ظاہر ہو رہے ہیں۔ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی متعدد تحریرات میں مالی قربانی کی تحریک فرمائی ہے۔ مثلاً حضورؑ فرماتے ہیں :

● —— " اے خداوند خدا تو آپ ان دلوں کو جگا۔ اسلام پر ابھی ایسی مفلسی طاری نہیں ہوئی تنگ لی ہے۔ ایسی تنگدستی نہیں اور وہ لوگ جو کامل استطاعت نہیں رکھتے وہ بھی اس طور پر اس کارخانہ کی مدد کر سکتے ہیں جو اپنی اپنی طاقت مالی کے موافق ماہواری امداد کے طور پر عہدِ پختہ کے ساتھ کچھ کچھ رقوم نذر اس کارخانہ کی کیا کریں ... مسلمان بننا آسان نہیں۔ مومن کا لقب پانا سہل نہیں۔ سو اے لوگو! اگر تم میں وہ راستی کی روح ہے جو مومنوں کو دی جاتی ہے تو اس میری دعوت کو سرسری نگاہ سے مت دیکھو۔ نیکی حاصل کرنے کی فکر کرو کہ خدا تعالیٰ آسمان پر دیکھ رہا ہے کہ تم اس پیغام کو سن کر کیا جواب دیتے ہو"۔ (فتح اسلام صـ۵۲، ۵۱)

● —— " اپنے اپنے حسن خاتمہ کی فکر کریں اور وہ اعمال صالحہ جن پر نجات کا انحصار ہے اپنے پیارے مالوں کو فدا کرنے اور پیارے وقتوں کو خدمت میں لگانے سے حاصل کریں"۔ (فتح اسلام صـ۶۳)

● —— " جو شخص ایسی ضروری مہمات میں مال خرچ کرے گا میں امید نہیں رکھتا کہ اس کے مال میں کچھ کمی آجائے گی بلکہ اس کے مال میں برکت، پس چاہیئے کہ خدا تعالیٰ پر توکّل کر کے پورے اخلاص اور پورے جوش اور ہمت سے کام لیں کہ یہی وقت خدمت گذاری کا ہے"۔ (تبلیغ رسالت جلد دہم صـ۵۳)

● —— " اگر کوئی تم میں سے خدا سے محبت کر کے اس کی راہ میں مال خرچ کرے گا تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اس کے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دی جائے گی کیونکہ مال خود بخود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے، پس جو شخص خدا کے لئے بعض حصہ مال کا چھوڑتا ہے وہ ضرور اسے پائے گا لیکن جو شخص مال سے محبت کر کے خدا کی راہ میں وہ خدمت نہیں بجا لاتا جو بجا لانی چاہیئے تو وہ ضرور اس مال کو کھوئے گا۔ یہ مت خیال کرو کہ مال تمہاری کوشش سے آتا ہے بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے، اور یہ مت خیال کرو تم کوئی حصّہ مال کا دے کر یا کسی اور رنگ سے کوئی خدمت بجا لا کر خدا تعالیٰ اور اس کے فرستادہ پر کچھ احسان کرتے ہو بلکہ یہ اس کا احسان ہے کہ تمہیں اس خدمت کے لئے بلاتا ہے...... میں بار بار تمہیں کہتا ہوں کہ خدا تمہاری خدمتوں کا ذرا محتاج نہیں، ہاں تم پر یہ اس کا فضل ہے کہ تم کو خدمت کا موقع دیتا ہے"۔ (اشتہار تبلیغ رسالت جلد دہم صـ۵۵)۔

جیسا کہ قبل ازیں بھی اشارہ کیا جا چکا ہے، آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دور جلالی دور تھا۔ اس زمانہ میں کفار کے ساتھ تلوار کا جہاد ہو رہا تھا اور کفار کے مقابلہ میں دفاعی جنگیں لڑی جا رہی تھیں۔ چنانچہ اس وقت زیادہ تر جانی قربانی کی ضرورت تھی۔ لیکن یہ دور جس میں سے ہم اس وقت گزر رہے ہیں وہ سیدنا حضرت امام مہدی اور مسیح موعودؑ کا زمانہ ہے یہ دَور جمالی دور ہے۔ اب مذہبی جنگوں کا زمانہ نہیں، لہٰذا اب مالی قربانی کا وقت ہے۔ یہ بھی خداوند تعالیٰ کا احسان عظیم ہے کہ اس قدیر و قادر اور مہربان خدا تعالیٰ نے ہماری حقیر مالی قربانیوں کو ہی قبول فرماتے ہوئے اسی کو ہی کافی شمار فرما لیا۔ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

"پس تم سے ہر ایک کو جو حاضر یا غائب ہے تاکید کرتا ہوں کہ اپنے بھائیوں کو چندہ سے باخبر کرو، اور ہر ایک کمزور بھائی کو بھی چندہ میں شامل کرو۔ یہ موقع ہاتھ نہیں آئے گا۔ کیسا یہ زمانہ برکت کا ہے کہ کسی سے جانیں مانگی نہیں جاتیں اور یہ زمانہ جانوں کے دینے کا نہیں بلکہ مالوں کے بشرط استطاعت خرچ کرنے کا ہے۔" (الحکم۔ ۱۰ر جولائی ۱۹۰۳ء)

یہاں ایک بات بالخصوص قابل ذکر ہے اور وہ یہ ہے کہ بعض احباب سال کے شروع میں وعدہ تو کر لیتے ہیں اور بجٹ لکھوا لیتے ہیں لیکن بعد میں ادائیگی کی طرف بالکل توجہ نہیں کرتے۔ یہ بات ایک مومن کے شایان شان نہیں ہے، مومن اپنے وعدہ پر پورا اترتا ہے۔ لیکن جو لوگ بلاوجہ ادائیگی کی طرف توجہ نہیں کرتے ان کے بارہ میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مندرجہ ذیل ارشاد وقت طلب ہے:

"اگر کسی نے ماہواری چندہ کا عہد کر کے تین ماہ تک چندہ کے بھیجنے سے لاپرواہی کی، اس کا نام بھی کاٹ دیا جائے گا اور اس کے بعد کوئی مغرور اور لاپرواہ جو انصار میں داخل نہیں اس سلسلہ میں ہرگز نہیں رہے گا۔" (تبلیغ رسالت جلد دہم صفحہ ۵)

سلسلہ عالیہ احمدیہ کے چندوں کی دو شکلیں ہیں: لازمی اور طوعی۔

لازمی چندہ جات کی دو صورتیں ہیں۔ وہ احباب جماعت جن کو خدا تعالیٰ نے وصیت کے بابرکت نظام میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائی ہے ان کے چندہ کو "حصہ آمد" کا نام دیا جاتا ہے۔ وصیت کرنے کے بعد چندہ وصیت یعنی "حصہ آمد" کی معافی کی کوئی صورت نہیں ہے۔ وصیت کے نظام میں شامل ہونے والے احباب باقی تمام افراد جماعت کے لئے ایک نمونہ ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے جو شخص مثالی ہو اس کی قربانی بھی مثالی ہوتی ہے

لازمی چندہ جات کی دوسری صورت یہ ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے ہر فرد جماعت کے لئے ضروری قرار دیا ہے کہ وہ اپنی آمد کا ایک معین حصہ بطور "چندہ عام" اور "بطور چندہ جلسہ سالانہ" ادا کرے۔ ہر چند کہ یہ بھی لازمی چندہ جات ہیں لیکن اگر کوئی دوست کسی ذاتی مجبوری کی بناء پر یہ چندہ جات ادا نہ کر سکتے ہوں تو وہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں معافی کی درخواست کر سکتے ہیں۔ اسی طرح جو دوست مجبور ہوں وہ حضور اقدس کی خدمت میں چندہ کی شرح میں کمی کی گذارش بھی کر سکتے ہیں۔

لازمی چندہ جات کے علاوہ جتنے بھی چندے ہیں یہ چندے طوعی ہیں۔ تمام ذیلی تنظیموں کے ممبر شپ کے چندہ جات اور تمام تحریکات کے چندے اسی شق میں شامل ہیں۔ ظاہر ہے کہ جو شخص اپنے دل میں نور ایمان رکھتا ہے اس کے لئے تمام چندے ہی ضروری ہیں۔ وہ چندہ کو ایک ٹیکس نہیں سمجھتا بلکہ اللہ تعالیٰ کا ایک احسان عظیم شمار کرتے ہوئے ہر تحریک میں حصہ لیتا ہے۔

ممکن ہے کہ بعض ناسمجھ لوگ یہ سوچتے ہوں کہ اتنی زیادہ تحریکات اور اتنے زیادہ چندے کیوں ہیں؟ دراصل ہر تحریک کا چندہ اللہ تعالیٰ کا ایک احسان ہے۔ اس کی مثال ایک روحانی پھل کی طرح ہے۔ جس طرح دنیا میں طرح طرح کے پھل ہیں، ہر پھل کا رنگ اور مزہ دوسرے پھل سے مختلف ہے بالکل اسی طرح جماعتی تحریکات کے چندے ہیں۔ روحانی طور پر ان کا لطف بھی جدا جدا ہے۔ جس طرح دنیا میں طرح طرح کے پھل دیکھ کر انسان کو خوشی ہوتی ہے بعینہٖ ایک مومن کو ان تمام تحریکات میں شامل ہو کر غیر معمولی قلبی فرحت اور روحانی لذت محسوس ہوتی ہے۔ یہ تو حضرت امام جماعت خلیفۂ وقت ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا احسان عظیم ہے کہ آپ نے ہمیں طرح طرح کی روحانی لذتوں سے روشناس کرانے کیلئے مختلف تحریکات جاری فرمائیں۔ ان تمام چندوں سے من حیث المجموع تبلیغ اسلام اور خدمت دین کا کام ہو رہا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "أَلْعَامِلُ عَلَى الصَّدَقَةِ بِالْحَقِّ كَالْغَازِي فِي سَبِيلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَرْجِعَ إِلٰى بَيْتِهِ"۔ (مشکوٰۃ کتاب الزکوٰۃ)۔ یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدق دل سے چندہ دیتا چلا جائے اس کا اجر خدا تعالیٰ کے نزدیک اس شخص کے اجر کے برابر ہوتا ہے جو جہاد میں مصروف ہو جب تک وہ گھر نہ لوٹ آئے اور جہاد فی سبیل اللہ میں مصروف رہے، جس طرح اس کو ثواب ملتا ہے بعینہٖ اسی طرح اس شخص کو بھی ثواب ملتا ہے جو صدق دل سے چندے ادا کرے اور نیک نیتی سے چندے وصول کرے۔ سیدنا حضرت مصلح موعودؓ (بقیہ صفحہ ۴۲)

۲۳ مارچ — برکتوں اور عظمتوں کا دن

۲۳ مارچ کا دن سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تاریخ میں نہایت اہم اور مبارک دن ہے۔ ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تقویٰ شعار لوگوں کو جمع کرنے کے لئے لدھیانہ کے مقام پر بیعت اولیٰ لی تاکہ متقیوں کا گروہ اسلام کے لئے برکت و عظمت و نتائج خیر کا موجب ہو اور اسلامی کاموں کے لئے عاشق زار کی طرح فدا ہونے والوں کی جماعت فراہم ہو۔ حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس گروہ کے ذریعہ دنیا میں محبت الٰہی، امن، حقیقی پاکیزگی اور بنی نوع انسان کی ہمدردی پھیلانا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس گروہ کو نشوونما دے گا اور ہزارہا صادقین کو اس میں داخل کرے گا۔ وہ خود اس کی آبپاشی کرے گا اور ان کی کثرت اور برکت لوگوں کی نظروں میں عجیب ہو جائے گی۔

دعائے مباہلہ کے بعد

جماعت احمدیہ پر نازل ہونے والے افضالِ الٰہی

کی ایک جھلک!

مکرم مولوی محمد انعام غوری صاحب، نائب ناظر دعوۃ تبلیغ، قادیان

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب، امام جماعت احمدیہ نے ۱۰ جون ۱۹۸۸ء کو جو عالمگیر دعوت مباہلہ دی تھی اس میں اللہ تعالیٰ کے حضور ایک دعا یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ سچے فریق کی سچائی کو ساری دنیا پر روشن کرے اور اس کو برکت پر برکت عطا فرمائے۔ اب دیکھئے اللہ تعالیٰ نے اس عاجزانہ دعا کو کس پیار سے شرف قبولیت عطا فرمایا ہے اور کس طرح بڑی شان سے جماعت احمدیہ کی سچائی کو ساری دنیا پر ظاہر اور روشن فرما دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیے۔

جماعت احمدیہ کی اسلامی خدمات

جماعت احمدیہ کے پاس مادی وسائل کے محدود ہونے کے باوجود مباہلہ اور صدسالہ جشن تشکر کے اس تاریخی سال کے دوران جماعت کو دنیا کی اہم ۱۱۵ زبانوں میں ۳۰ منتخب آیات قرآنی کے تراجم اور ۱۱۲ زبانوں میں ۱۰۰ منتخب احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے تراجم اور ۷۰ زبانوں میں حضرت بانی جماعت احمدیہ کی تحریرات سے اقتباسات کے تراجم شائع کرنے کی توفیق ملی۔ اس کے علاوہ مکمل قرآن کریم کے ۵۲ زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں جن میں سے ۳۰ شائع بھی ہو چکے ہیں۔ سیرت سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اسلامی اصول کی فلاسفی، اور دیگر اسلامی لٹریچر کی بیسیوں زبانوں میں اشاعت اس کے علاوہ ہے۔

ان عظیم اسلامی خدمات کو جو محض خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ظاہر ہوئیں دنیا کے مختلف ممالک میں مستقل نمائشوں کا اہتمام کر کے دنیا کو اس سے روشناس کرایا جا رہا ہے۔

اعتراف حقیقت: مغربی جرمنی کے ایک ترک دوست نے جو اسلامک الویٹیشن ایسوسی ایشن میں کام کرتے ہیں، جماعت احمدیہ کی نمائش اور اسلامی خدمات کا مشاہدہ کر کے کہا: "میں آج تک آپ لوگوں کو کافر کہتا تھا لیکن اب معلوم ہوا کہ اسلام تو آپ ہی لوگوں میں ہے"۔ تراجم قرآن کریم کی طرف اشارہ کر کے برجستہ کہا "کیا یہ غیر مسلموں کے کام ہیں؟"۔

پریس و پبلسٹی

اس ایک سال کے عرصہ میں جماعت احمدیہ کو جس قدر پبلسٹی اور شہرت ملی ہے اتنی گذشتہ سو سال کے عرصہ میں بھی نہیں ہوئی تھی، اور یہ سب کچھ بغیر کچھ خرچ کئے محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوا۔ ورنہ کروڑوں روپے بھی خرچ کر کے اس قدر پبلسٹی نہیں کروائی جا سکتی تھی۔ صرف چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں

کینیڈا کے پبلسٹی سیل کی رپورٹ کے مطابق ٹی وی اور اخبارات کے ذریعہ ملک کی ایک تہائی آبادی یعنی ۸ ملین تک جماعت احمدیہ کا پیغام پہنچا۔ اور ایسے ایسے اخبار جو گویا جماعت احمدیہ کا بائیکاٹ کئے ہوئے تھے، اور جن کی اشاعت ۵، ۵ لاکھ ہے انہوں نے بھی جشن تشکر کے اس سال میں نمایاں تصاویر کے ساتھ خبریں اور مضامین شائع کئے۔

نائیجیریا کی رپورٹ کے مطابق ۹ ریڈیو سٹیشنوں نے ۴ گھنٹے ۲۹ منٹ جماعت کے پروگراموں کے متعلق خبریں نشر کیں اور ۱۰ ٹیلیویژن سٹیشنوں نے ۹ ½ گھنٹے کے پروگرام جماعت کے متعلق دکھائے۔ ایک اندازہ کے مطابق نائیجیریا میں ۵۹ ملین افراد تک احمدیت کا پیغام پہنچا ہے۔

ماریشس کی کل آبادی ۱۰ لاکھ بیس ہزار ہے، ٹی وی اور ریڈیو

کے ذریعے ۷ لاکھ ۴۴ ہزار افراد تک احمدیت کا پیغام پہنچا ہے۔

سورینام میں ٹی وی پر ۱۶ تا ۳۱ مارچ ۸۹ء یعنی مسلسل ۱۶ دن تک شام کی خبروں سے پہلے "احمدیہ مسلم صد سالہ" کے جلی حروف کے ساتھ جوبلی کا LOGO دکھایا جاتا رہا جسے روزانہ ۲ لاکھ سے زائد آدمی دیکھتے رہے۔

سوئٹزرلینڈ کی تینوں زبانوں جرمن، فرنچ، اور اٹالین میں شائع ہونے والے ۲۸ اخبارات نے جن کی مجموعی اشاعت ۲۰ لاکھ ۱۹ ہزار ہے اپنی ۴۲ اشاعتوں میں جماعت احمدیہ کے متعلق خبریں نشر کیں۔

گھانا کے ۴ کثیر الاشاعت اخباروں نے اپنی ۳۱ اشاعتوں میں جماعت احمدیہ کے جشن تشکر کے متعلق خبریں شائع کیں۔ ان اخبارات کی سرکولیشن اتنی ہے کہ سارے گھانا کو COVER کرتی ہے۔

کینیا میں جشن تشکر کے موقع پر گورنمنٹ کے اخبار KENYA TIMES نے اپنی ۴ اپریل ۸۹ء کی اشاعت میں ۸ صفحات پر مشتمل THE AHMADIYYA MOVEMENT IN ISLAM CENTENARY CELEBRATION SUPPLEMENT شائع کیا جس میں حضرت بانی جماعت احمدیہ اور خلفائے کرام کی تصاویر کے ساتھ پیغامات، مضامین اور خبریں شائع کیں۔

بھارت میں سینٹرل ٹیلیویژن، صوبائی ٹیلیویژن اور مرکزی اور صوبائی ریڈیو اور ملکی، صوبائی اور علاقائی سطح پر شائع ہونے والے اخبارات نے جماعت احمدیہ کے پیغام کو کشمیر سے کنیا کماری تک پہنچا دیا۔ سینٹرل ٹی وی نے ۲۳ مارچ اور ۱۹ دسمبر کو جشن تشکر اور جلسہ سالانہ قادیان کی خبر ٹیلی کاسٹ کی بلکہ ۲۳ مارچ کو تو ۳ مرتبہ نشر کیا۔ اس کے علاوہ پنجاب، یوپی، بہار، بنگال، اڑیسہ، آندھرا، کرناٹک، کیرلہ، تامل ناڈو، مہاراشٹر اور جموں و کشمیر تمام صوبوں کے ریڈیو اور ٹیلیویژن نے علاقائی زبانوں میں جماعت کی خبریں اور پروگرام نشر کیے، اور ۲۰۰ سے زائد اخبارات نے جماعت احمدیہ کے پروگرام اور تعارف کو شائع کیا اور اس طرح بھارت کے کروڑوں افراد تک جماعت احمدیہ کا پیغام پہنچا۔

تلخ اعتراف: حتیٰ کہ بمبئی کے ایک اخبار "ہندوستان" سیکولر حکومت کے اس شایان شان سلوک سے پریشان ہوکر ۲۵ مارچ کی اشاعت میں یہ لکھنے پر مجبور ہوا کہ: "ریڈیو اور ٹی وی قادیانیت پر مہربان"۔ سوچنے والے دل کے لئے یہی ایک بات کافی ہے کہ ؎

ایسی سرعت سے یہ شہرت ناگہاں سالوں کے بعد
کیا نہیں ثابت یہ کرتی صدقِ قولِ کردگار

کیونکہ آج سے قریباً سو سال قبل اللہ تعالیٰ نے حضرت بانی جماعت احمدیہ کو الہاماً یہ بشارت عطا فرمائی تھی کہ:

"میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا"

سعید روحوں کا قبول احمدیت

مباہلہ اور جشن تشکر کے اس ایک سال کے دوران جماعت احمدیہ کو جو عددی لحاظ سے ترقی حاصل ہوئی ہے اس کی مثالیں بھی گذشتہ سالوں میں نہیں ملتیں۔ چند ایک نمونے ملاحظہ فرمائیے۔

سیرالیون کے بمپرا چیفڈم میں صرف ۶ ماہ کے عرصہ میں ۱۰ ہزار بالغ افراد احمدیت یعنی حقیقی اسلام میں داخل ہوئے۔ ۱۳۲ گاؤں میں احمدیت کا نفوذ ہوا۔ ۱۰۹ بنی بنائی مساجد جماعت احمدیہ کو مل گئیں۔ ۱۰۲ مساجد کے اماموں نے بیعت کر کے احمدیت میں شمولیت اختیار کی۔ سال ۸۹-۸۸ء میں جماعت احمدیہ کو ۲۱۱ مساجد بنانے کی توفیق ملی جبکہ ۴۷ مساجد ابھی زیر تعمیر ہیں۔

گیمبیا میں صرف اس سال ۷ چیفس کو قبول احمدیت کی توفیق ملی۔ اس طرح کل ۳۵ چیفس میں سے ۱۱ چیفس احمدیت میں داخل ہو چکے ہیں اور ان کے زیر اثر کئی گاؤں احمدیت کی طرف مائل ہو چکے ہیں۔

افریقہ کے ایک ملک مالی میں اجتماعی طور پر ۴ ہزار افراد نے بیعت کر لی۔

مجموعی طور پر اس سال کے دوران اکسٹھ ہزار سے زائد بیعتیں ہو چکی ہیں۔ انشاء اللہ ۲۳ مارچ ۹۰ء تک یہ تعداد یقیناً ایک لاکھ سے تجاوز کر جائے گی۔

بفضلہ تعالیٰ دنیا کے ۱۲۰ ممالک میں جماعت احمدیہ قائم ہو چکی ہے

دُعائے مباہلہ کے بعد جماعت احمدیہ کو ایک اور نمایاں اعزاز اس رنگ میں عطا ہوا کہ سیرالیون کی حکومت نے جماعت احمدیہ کے صد سالہ جشن تشکر کے موقع پر ایک یادگاری ٹکٹ جاری کیا۔ اس ٹکٹ کی اجرائی کی تقریب کو گورنمنٹ نے اپنی تقریب قرار دیا اور مہمان خصوصی نے تقریر کرتے ہوئے کہا: "یہ ٹکٹ جماعت احمدیہ کی ۵۲ سالہ خدمات کا صلہ ہے"۔ نیز فرمایا: "جماعت احمدیہ جب دوسری جوبلی منا رہی ہوگی اس وقت نہ معلوم کتنے ممالک، جماعت احمدیہ کی خدمات کو قدر کی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے یادگاری ٹکٹیں جاری کریں گے"۔ اب بتائیے ؎

یہ فتوحات نمایاں، یہ تواتر سے نشاں
کیا یہ ممکن ہیں بشر سے کیا یہ مکاروں کا کار

حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز امام جماعت احمدیہ نے ۱۰ جون ۱۹۸۸ء کو جو عالمگیر مباہلہ کا چیلنج دیا تھا اس میں اللہ تعالیٰ کے حضور یہ عاجزانہ دعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ سچے فریق کی سچائی کو ساری دنیا پر روشن کر دے اور اس کو برکت پر برکت عطا فرمائے انصاف پسند اور خدا ترس اصحاب کے لئے اب خوب موقع ہے کہ جائزہ لیں کہ خدا تعالیٰ نے اس دعا کو قبول فرمایا یا ردّ فرما دیا! ہم یہ ثابت کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نہایت شان کے ساتھ اس دعا کو جماعت احمدیہ کے حق میں قبول فرمایا ہے اور ساری دنیا کے اُفق پر اس کے جلوے جگمگ جگمگ کر رہے ہیں۔ مباہلہ اور جشن تشکر کے سال میں جماعت احمدیہ اور سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ کو جو عالمگیر طور پر اعزاز و اکرام ملا ہے اس کو پڑھ اور سُن کر ہر سعید روح پکار اٹھے گی کہ یہ انسان کے بس کی بات ہی نہیں۔ یہ محض خدا تعالیٰ کا فضل اور اسکی عطا ہے جو صادقوں کی علامت کے طور پر آسمان سے اترتی اور حق کے طالبوں کو پیار سے اپنی طرف بلاتی ہے۔ نمونہ کے طور پر صرف چند مثالیں ہدیۂ قارئین کی جاتی ہیں:

اگست ۱۹۸۹ء میں یونائیٹڈ کنگڈم لندن میں جماعت احمدیہ کا جو عظیم الشان جلسہ سالانہ ہوا جس میں حضرت امام جماعت احمدیہ خود بنفس نفیس رونق افروز تھے، اللہ تعالیٰ کے اس قدر فضلوں اور رحمتوں کا آئینہ دار تھا کہ جماعت احمدیہ کی سَو سالہ تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی اس جلسہ میں دنیا بھر کے ۶۴ ممالک کے ۱۴۰۰۰ سے زائد احمدی احباب نے شرکت کی۔ ان کے علاوہ ۱۰ ممالک کے وزراء اور ممبران پارلیمنٹ نے بھی شرکت کی اور اپنی حکومتوں کی طرف سے بطور نمائندہ تقاریر کیں، اور جماعت احمدیہ کے لئے جو مبارکبادی کے پیغامات اور تحائف لائے تھے پیش کئے۔ چنانچہ سیرالیون سے دو وزراء، منسٹر آف انفارمیشن اور منسٹر آف ایجوکیشن تشریف لائے۔ یوگنڈا سے منسٹر آف کانسٹی ٹیوشن۔ ماریشس سے منسٹر آف ایجوکیشن اینڈ کلچر اور لائبیریا سے تین نمائندے، براڈکاسٹنگ سسٹم کے ڈائریکٹر، ڈپٹی ڈائریکٹر، اور اسسٹنٹ ڈائریکٹر تشریف لائے۔ گیمبیا سے منسٹر آف ایگریکلچر، گھانا سے سیکریٹری فار جسٹس اٹارنی جنرل اور سیکریٹری آف ایگریکلچر نے شرکت کی۔ کینیڈا سے تین نمائندے، ۲ ممبران پارلیمنٹ اور ایک بیرسٹر تشریف لائے۔ تنزانیہ سے ایک ممبر پارلیمنٹ اور موری قبیلہ کے سربراہ بمع اپنی اہلیہ صاحبہ کے تشریف لائے۔ انڈین ہائی کمشنر کے نمائندے مسٹر متّر نے شرکت فرمائی۔ اس جلسہ کی ایک خاص بات یہ تھی کہ جلسہ کی کارروائی کا مختلف زبانوں میں ترجمہ ہوتا رہا، اور ورلڈ سروس بی بی سی اور اخبارات نے اس جلسہ کی خوب خوب پبلسٹی کی۔

حضرت امام جماعت احمدیہ جب نائیجیریا تشریف لے گئے تو نائیجیریا کے صدر مملکت نے نہایت عزت کے ساتھ حضرت امام جماعت احمدیہ اور اراکین وفد کو ملاقات کے لئے بلایا اور دلی محبت اور خلوص کے اظہار کے طور پر وہاں کے روایتی لباس کا ایک خوبصورت گاؤن حضور کو تحفۃً پیش کیا۔ اور پھر جلسہ انگلستان کے موقع پر جو سرکاری وفد آیا اس نے بھی ایک خوبصورت گاؤن ساتھ لاکر حضور کی خدمت میں تحفۃً پیش کرکے درخواست کی کہ ہماری خواہش ہے کہ آپ جلسہ کے دوران اس لباس کو زیب تن فرمائیں۔

● کینیڈا کے سفر میں جو عزت اور تکریم کینیڈا کی حکومت کیطرف سے حضرت امام جماعت احمدیہ کو عطا ہوئی اس کا ذکر کرتے ہوئے تو خوف

(بقیہ صـ ۱۹)

ثواب باجماعت نماز

بہ روایت حضرت ابوہریرہؓ۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ باجماعت نماز ادا کرنے کا ثواب اکیلے نماز پڑھنے سے بیس، اور کئی درجے زیادہ ہوتا ہے اور یہ اس لئے کہ جب کوئی اچھی طرح وضو کرکے پھر مسجد میں نماز پڑھنے کے ارادے سے آئے اور نماز کے سوا کسی دوسرے کام کی نیت نہ ہو تو جو قدم وہ اٹھاتا ہے اس کے بدلہ میں ایک درجہ بڑھتا ہے اور ایک گناہ بخشا جاتا ہے۔ پھر جب مسجد میں داخل ہو تو جتنی دیر نماز کی خاطر انتظار کرے گا نماز ہی میں شمار ہوگا اور جب تک نماز کی جگہ باوضو بغیر کسی کو ایذا دینے کے بیٹھا رہے گا فرشتے اس کے لئے دعا کرتے رہیں گے کہ اے اللہ! اس پر اپنی رحمت نازل کر، اسے بخش دے اور اس کی طرف رجوع برحمت فرما۔ (مسلم)

مشاہدات قادیان دارالامان

بر موقع جلسہ سالانہ ۱۹۸۹ء

محترم چوہدری شبیر احمد صاحب، ربوہ

خوشا نصیب کہ پھر ہم نے قادیاں دیکھا
قدم قدم پہ خدا کا وہاں نشاں دیکھا

بوقتِ شب ہوتے داخل دیارِ جاناں میں
ہر ایک سمت چراغوں کا اک جہاں دیکھا

وقار و حُسن سے معمور پھر وہی مینار
خدا کے بندوں کی بستی کے درمیاں دیکھا

پگھل گیا مرا دل اس پہ جب نگاہ پڑی
درود پڑھتے ہوئے سُوئے آسماں دیکھا

قدم پڑے جو تقدّس مآب بستی میں
ہر ایک چہرے پہ نُورِ خُدا عیاں دیکھا

جنابِ فضلِ عمرؓ کا پسر وسیم احمد
مسیحِ پاک کی بستی کا پاسباں دیکھا

لوائے امن کے سائے میں دس ہزار نفوس
فلک کی آنکھ نے پھر شوقِ قدسیاں دیکھا

ہر ایک شخص نے سُن کر پیامِ عالی مقام
تصوّرات کی دنیا میں جانِ جاں دیکھا

نئی صدی میں وہ پہلا ہجومِ ارضِ حرم
ہر ایک قوم نے اک جشن کا سماں دیکھا

بفیضِ سرورِ کونین باغِ احمدؑ میں
خدا کے نُور کا چشمہ رواں دواں دیکھا

درِ حبیبؑ کے درویش عاجز و مسکین
محبّتوں کا جنہیں بحرِ بیکراں دیکھا

وفورِ جذبۂ خدمت سے اُن کو صبح و شام
ہر ایک زائرِ بستی پہ مہرباں دیکھا

وہ بام و در جو مطہر تھے امّ طاہرؓ سے
خوشا کہ میں نے وہاں اپنا آشیاں دیکھا

جہاں سنائی تھی بچپن میں مَیں نے درِّ ثمیں
ہزار شوق و محبّت سے وہ مکاں دیکھا

عجیب شان تھی "الدار" کی کہ ہر در کو
مسیحؑ پاک کی عظمت کا رازداں دیکھا

بُھلا سکوں گا نہ "بیت الدّعا" کا نظّارا
ہر اک نفس کو جہاں ہم نے نیم جاں دیکھا

خدا کے در پہ تھی سجدہ کناں ہر ایک جبیں
ہر اک دُعا سے نکلتا ہوا دھواں دیکھا

خُدا کے نُور کی بارش برس رہی تھی وہاں
مکانِ مہدیٔ دوراں میں لامکاں دیکھا

ہر ایک سمت سے آئے ہوئے تھے دیوانے
ہر ایک غرقِ محبّت جسے جہاں دیکھا

سُنا تھا مشرق و مغرب کبھی نہیں ملتے
مگر یہ معجزۂ اتّصال ہم نے واں دیکھا

معانقوں کا تھا اک سلسلہ بصد اخلاص
ہر ایک جادہ پہ الفت کا کارواں دیکھا

نظر میں رہتی ہے آرام گاہِ اہلِ بہشت
کہ جس زمیں پہ جُھکا ہم نے آسماں دیکھا

ہر ایک سینہ اُبلتا ہوا نظر آیا
ہر ایک آنکھ میں اِک چشمہ رواں دیکھا

نہیں ہے تابِ سخن تا بیاں مکمل ہوں
ہزار چاہا مگر خود کو ناتواں دیکھا

خُدا کا شکر ہے شبیر نے بچشمِ خُود
نئی زمین نیا آسماں وہاں دیکھا

دوسری قسط

ندائے حق

• داعیان الی اللہ کی راھنمائی اور تبلیغ کی غرض سے حضرت میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نہایت مفید اور حوالہ جات سے پُر تصنیف "ندائے حق" کا دوسرا حصّہ قسط وار شائع کیا جا رہا ہے اس سے قبل جماعت احمدیہ مغربی جرمنی کی طرف سے اس کتابچہ کا پہلا حصہ شائع کیا جا چکا ہے ۔

چھٹا مطالبہ : خدا کے مجسم ہونے کی دوسری ضرورت پادری صاحب نے یہ بیان کی تھی کہ وہ اس لئے مجسم ہوا کہ وہ لوگوں کیلئے عملی نمونہ بنے ۔ اس پر میرے چار مطالبات ہیں :

(۱) مسیح سے پہلے لوگوں کے لئے کون نمونہ تھا ؟ کیا پہلوں کی نجات بغیر کسی نمونہ کی متابعت کے ہو سکتی ہے ۔ اگر ہو سکتی ہے تو بعد میں مجسم کی کیا ضرورت ؟ اور اگر نہیں ہو سکتی تو مسیح سے پہلے لوگوں کی نجات کس سے ہوئی ؟ اور کیا پہلوں کیلئے نمونہ قائم نہ کرنا ان پر ظلم نہیں ۔ اور کیا یہ انہیں جان بوجھ کر ضلالت میں دھکیلنا نہیں ؟

(۲) صلیب کے واقعہ کے بعد جو قومیں اب تک ہوئیں اور قیامت تک ہوں گی ان کے لئے کون نمونہ ہے ۔ کیونکہ بقول تمہارے ایک نمونہ کی اشد ضرورت ہے اگر کہو کہ مسیح کے سوانح ہمارے لئے نمونہ ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر صرف الفاظ پر کفایت ہو سکتی ہے تو پھر مسیح کے مجسم ہونے کی ضرورت ہی نہ تھی ، کیا تورات اور صحف انبیاء کے الفاظ ہماری نصیحت کے لئے کافی نہ تھے ؟

(۳) یہ بھی یاد رہے کہ مسیح نمونہ نہیں تھا کیونکہ ایک شادی شدہ ایک صاحبِ اولاد ، ایک فاتح ، ایک مفتوح ، ایک حکمران ۔ ایک اپنے دشمنوں پر قابو پانے والے شخص کیلئے مسیح کی زندگی میں کوئی نمونہ نہیں تھا ۔ غرض یہ کہنا کہ مسیح ہمارے لئے نمونہ ہے غلط ہے ۔

(۴) مسیح اگر قابلِ نمونہ ہو بھی تو اس کو نمونہ بنانے کی کس کو ہمت ہو سکتی ہے ۔ کیونکہ اسے نمونہ تو وہی بنائے گا جو اس کے الٰہ مجسم ہونے پر ایمان لائے گا ۔ لیکن جو شخص یہ ایمان لاوے کہ یہ شخص مجسم خدا ہے تو اسے ہمت ہی نہ ہو گی کہ "المسیح" کو نمونہ بناوے جب کہ اسے یقین ہے کہ یہ خدا ہے اور اس لئے پاک ہے ۔ اس لئے ایسے کام کرتا ہے ۔ میں تو انسان ہوں بھلا اس کی طرز کس طرح اختیار کر سکتا ہوں ۔ غرض جو شخص "المسیح" کو خدا سمجھ کر اس پر ایمان لاوے اسے ہمت ہی نہیں ہو سکتی کہ وہ مسیح کی تقلید کرے اور اپنی عملی زندگی میں اسے نمونہ بنا سکے کیونکہ وہ خیال کرے گا کہ میں اس کی متابعت کس طرح کر سکتا ہوں ۔ یہ ہوا خدا اور میں ہوا عاجز انسان ۔ کیا عاجز انسان خدا بن سکتا ہے ؟

ساتواں مطالبہ : پادری علی بخش صاحب نے اپنے گوجرانوالہ کے لیکچر میں بیان کیا موسوی شریعت میں جانوروں کو بطور فدیہ قربانی کیا جاتا تھا ، لیکن وہ قربانی ناقص تھی اور صرف اس بات کے لئے بطور علامت مقرر کی گئی تھی کہ مسیح بندوں کے گناہ اٹھا کر ان کے فدیہ میں قربان ہونے والا ہے ، اس پر ہماری طرف سے پادری جوالا سنگھ صاحب سے (جو گوجرانوالہ میں تمام لیکچراروں کی طرف سے وکیل بن کر مباحثہ کرتے تھے) کہا گیا کہ مسیح کی یہ قربانی بالکل خلافِ فطرت و خلافِ عقل ہے ۔ کیونکہ انسان کی فطرت میں ہے کہ وہ دکھوں سے بچنے اور سکھوں کے حصول کیلئے چھوٹی چیز کو بڑی چیز پر قربان کر دیتا ہے ۔ دیکھو فوج میں جب لڑائی ہو جاتی ہے تو وہاں سپاہی لوگ افسروں کو بچانے کے لئے قربان ہو جاتے ہیں ۔ پھر ادنیٰ افسر قربان ہو کر بڑے بڑے جرنیلوں اور کرنیلوں کا فدیہ ہو جاتے ہیں ۔ پھر جب سپہ سالار اور کمانڈر انچیف پر حملہ ہوتا ہے تو بڑے بڑے جرنیل قربان کر دیے جاتے ہیں ۔ اسی طرح جب بادشاہ کی جان خطرے میں ہو تو سپہ سالار تک قربان ہو جاتے ہیں ۔ یہ کیوں ؟ اسی لئے کہ چھوٹی چیز بڑی چیز پر قربان کر دی جاتی ہے اور یہی انسانی فطرت ہے ۔ لیکن مسیح کی قربانی فطرت کے خلاف ہے کیونکہ مسیح خدا ہے اور جس کے لئے وہ قربان ہوا وہ انسان ہیں اور خدا اعلیٰ ہے بندے ادنیٰ ہیں تو مسیح کی قربانی کے یہ معنی ہوئے کہ اعلیٰ چیز ادنیٰ پر قربان ہو گئی اور یہ بالکل خلاف فطرت ہے ۔ کیونکہ ادنیٰ چیز اعلیٰ پر قربان ہوتی ہے نہ کہ اعلیٰ چیز ادنیٰ پر ۔ پس مسیح بندوں پر قربان نہیں ہوا کیونکہ وہ اعلیٰ ہے اور بندے ادنیٰ ہیں اور اعلیٰ چیز ادنیٰ پر قربان نہیں ہوا کرتی بلکہ ادنیٰ چیز اعلیٰ پر قربان ہوتی ہے

آٹھواں مطالبہ : پادری صاحب نے لیکچر میں کہا کہ کفارہ کے بغیر نجات نہیں اس پر میں ان سے پوچھتا ہوں کہ اگر شریعت کافی نہیں بلکہ خدا کے بیٹے کے

قربان ہونے کی ضرورت ہے تو بتاؤ :

(۱) آدم سے لیکر مسیح تک کے لوگوں کے لیئے کون قربان ہوا ؟ پھر بتاؤ ان کی نجات ہوئی یا نہیں۔ اگر نہیں تو یہ ظلم ہے۔ اگر ہوگئی تو معلوم ہوا کفارہ نجات کے لیئے ضروری نہیں ؟

(۲) اس زمین کے سوا اور بہت سے اجرام فلکی ہیں جن میں آبادیاں ہیں، اگر کفارہ کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تو بتاؤ پھر وہاں کون قربان ہوتا ہے۔ خدا کا بیٹا یا کوئی انسان ؟ اگر کہو کہ انسان قربان ہوتا ہے تو اس زمین میں کیوں نہ کوئی انسان قربان ہوا ؟ اگر ہر جگہ بیٹا ہی قربان ہوتا ہے تو منقولی طور پر اپنی کتاب سے ثبوت دو اور پھر تسلیم کرو کہ بیٹا باپ کے داہنے ہاتھ بیٹھا ہوا نہیں بلکہ کسی نہ کسی سیارہ میں قربان ہو رہا ہے۔

نواں مطالبہ : پادری صاحب یہ فرمایئے گا کہ مسیح جب بندوں کے گناہ اٹھا کر مصلوب ہوا تو اب بندوں سے گناہ سرزد ہی نہیں ہوتے یا ہوتے ہیں لیکن معاف ہو جاتے ہیں ؟ اگر کہو کہ سرزد ہی نہیں ہوتے تو یہ مشاہدہ کے خلاف ہے عیسائی بھی ہزاروں جرم کرتے ہیں، کم سے کم جرمن (جس نے اس وقت ۱۹۱۴ء میں لوگوں کو لڑائی کی آگ میں جھونک دیا تھا) کو تو اس وقت آپ گناہ گار تسلیم کرتے ہیں۔ اگر کہو کہ گناہ سرزد ہوتے تو ہیں لیکن سزا نہیں ملتی بلکہ معاف ہو جاتے ہیں تو بتاؤ کہ پھر تم مشن میں قواعد کی خلاف ورزی پر عیسائیوں کو سزا کیوں دیتے ہو ؟ دوسرے یہ کہ یہ تو صرف دعویٰ ہے کہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ کوئی دلیل پیش کرو۔

دسواں مطالبہ : پادری صاحب سے ہم پوچھتے ہیں کہ بندوں پر قربان ہونے کے لیئے "اقنوم ابن" کی کوئی خصوصیت ہے یا نہیں ؟ اگر کوئی خصوصیت نہیں بلکہ تینوں اقنوم مساوی ہیں تو پھر بتاؤ کہ قربان ہونے کیلئے مسیح کو کیوں چنا گیا۔ باپ اور روح القدس کیوں مصلوب نہ ہوئے اور یہ ترجیح بلا مرجح کیوں ہوئی ؟ اگر کہا جاوے کہ "اقنوم ابن" کی خصوصیت ہے تو بتاؤ کہ وہ مابہ اختصاص اعلیٰ بات ہے یا ادنیٰ۔ اگر اعلیٰ ہے تو باقی دو اقنوم ناقص ٹھہرتے ہیں۔ اگر ادنیٰ ہے تو اقنوم ثانی ناقص ہو گا۔

گیارہواں مطالبہ : عیسائی صاحبان کہتے ہیں کہ مسیح تو نہ مرنا تھا نہ صلیب پر اسے کوئی چڑھا سکتا تھا۔ نہ اسے دکھ و تکلیف کوئی پہنچا سکتا تھا کیونکہ وہ خدا تھا لیکن اس نے چونکہ بندوں کے گناہ اٹھا لیئے اس لیئے وہ گناہوں کی پاداش میں سولی پر لٹکایا گیا اور موت کا پیالہ اسے پلایا گیا۔ اس پر میں پادری صاحب سے پوچھتا ہوں کہ اگر تمہاری یہ بات مان لی جائے تو بتاؤ کہ جب مسیح صلیب پر چڑھ کر ایک دفعہ وفات پا چکے اور گناہوں کا بدلہ بھگت کر دوبارہ زندہ ہوئے تو پھر کیوں یہودیوں سے چھپ چھپ کر شاگردوں سے ملتے رہے، اب کس بات کا ڈر تھا۔ خدا کو کون پکڑ سکتا تھا ؟ پہلی بار تو بندوں کے گناہ اٹھانے کی وجہ سے یہودیوں نے اس پر قابو پایا۔ اب تو گناہ اس سے دور ہو چکے تھے، غرض صلیبی موت سے دوبارہ زندہ ہو کر بھی مسیح کا یہودیوں سے چھپنا اور ڈرنا بتاتا ہے کہ نہ وہ خدا تھا اور نہ بندوں کے گناہ اٹھا کر صلیب پر چڑھا تھا ورنہ کیا وجہ ہے کہ مسیح دوسری زندگی میں جب کہ وہ گناہوں سے پاک تھا یہودیوں سے ڈرتا رہا۔ پہلی تو گناہوں کی وجہ سے یہودی اس پر قابو پا سکے تھے اب تو وہ بالکل بے گناہ تھا۔ اب تو یہودی لوگ ہزار کوشش کرتے پھر بھی اسے نہ پکڑ سکتے۔ پھر چھپنا اور خوف کرنا، چہ معنی دارد۔

بارہواں مطالبہ : عیسائیوں کا یہ کہنا کہ مسیح ہماری خاطر قربان ہوا واقعاتِ تاریخیہ کے بالکل خلاف ہے کیونکہ بکرے یا مینڈھے تو ہم اپنی مرضی سے قربان کرتے ہیں۔ یہ نہیں ہوتا کہ ہمارا کوئی دشمن ہمارا بکرا پکڑ کر ذبح کر دے اور ہم شور مچا دیں کہ ہم نے اپنے گناہوں کے بدلہ میں ایک فدیہ دیا بلکہ قربانی تب ہوتی ہے جب ہم اپنی خوشی سے کسی جانور کو ذبح کریں۔ لیکن مسیح نہ تو اپنی خوشی سے صلیب پر چڑھا اور نہ اس کی مرضی کا اس میں کوئی دخل تھا۔ ہاں اگر مسیح خود بغیر کسی جبر کے صلیب پر چڑھ کر خودکشی کے طور پر موت اختیار کرتا تو تب عیسائی صاحبان کہہ سکتے تھے کہ مسیح ہم پر قربان ہوا۔ یا خود حواری مل کر مسیح کو صلیب دیتے تب بھی وہ قربانی کہلانے کا مستحق تھا۔ لیکن یہاں تو صورت ہی اور ہے (بقیہ صـ۴۲ پر)

ماہِ رمضان میں فدیہ کی حقیقت

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ۲۴ر اکتوبر ۱۹۰۷ء کو فرمایا :
جن بیماروں اور مسافروں کو امید نہیں کہ کبھی پھر روزہ رکھنے کا موقعہ مل سکے، مثلاً ایک بہت بوڑھا ضعیف انسان یا ایک کمزور حاملہ عورت جو یہ دیکھتی ہے کہ بعد وضع حمل بہ سبب بچے کو دودھ پلانے کے وہ پھر معذور ہو جائے گی اور سال بھر اسی طرح گزر جائے گا، ایسے اشخاص کے واسطے جائز ہو سکتا ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں کیونکہ وہ روزہ رکھ ہی نہیں سکتے، اور فدیہ دیں۔ فدیہ صرف شیخ فانی یا اس جیسوں کے واسطے ہو سکتا ہے جو روزہ کی کبھی طاقت نہیں رکھتے باقی اور کسی کے واسطے جائز نہیں کہ صرف فدیہ دے کر روزے کے رکھنے سے معذور سمجھا جائے۔ عوام کے واسطے جو صحت پا کر روزہ رکھنے کے قابل ہو جاتے ہیں صرف فدیہ کا خیال کرنا اباحت کا دروازہ کھولنا ہے، جس دین میں مجاہدات نہ ہوں وہ دین ہمارے نزدیک کچھ نہیں۔ اس طرح سے خدا تعالیٰ کے بوجھوں کو سر پر سے ٹالنا سخت گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ میری راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں ان کو ہی ہدایت دی جاوے گی۔ (از فتاویٰ احمدیہ)

نظامِ شمسی اور کائنات میں اُس کی حیثیت

ڈاکٹر نعیم احمد طاہر صاحب، (ریسرچ سائنٹسٹ KARLSRUHE)

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ○ ترجمہ: آسمان اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے آگے پیچھے آنے میں عقلمندوں کے لئے کئی نشان (موجود) ہیں۔ (القرآن)

اِبتدائے آفرینش سے ہی انسان بڑی پرشوق نگاہوں سے آسمان کی جانب دیکھتا آیا ہے اور اس نظام کو سمجھنے کی کوشش کرتا آیا ہے۔ جُوں جُوں انسانی عقل ترقی کرتی گئی کائنات کی ساخت اور ماہیت کے متعلق انسانی نظریات بھی تبدیل ہوتے گئے۔ قرآنِ کریم کے علاوہ بعض دوسرے مذاہب کی کتب میں بھی اس موضوع پر ذکر ملتا ہے لیکن وہ اتنا مبہم ہے کہ اس سے جو نتائج ان مذاہب کے ماننے والوں نے اخذ کئے وہ حقیقت سے بہت دُور تھے۔ مثلاً چند صدیاں قبل تک عیسائی دنیا کا یہ پختہ عقیدہ تھا کہ چونکہ انسان خدا تعالیٰ کا نائب ہے اور وہ زمین پر رہتا ہے اس لئے تمام اجرام فلکی زمین کے گرد گردش کرتے ہیں اور اس لحاظ سے زمین کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ سترہویں صدی عیسوی کے شروع میں اطالوی سائنسدان گیلیلیو (GALILEO) نے پہلی مرتبہ دوربین کو ستاروں اور سیاروں کی گردش کا مطالعہ کرنے کے لئے استعمال کیا تو اُسے اس بات کا حتمی ثبوت مِلا کہ مندرجہ بالا عقیدہ بالکل غلط ہے، اس کے برعکس زمین اور بعض دوسرے سیارے سورج کے گرد گردش کرتے ہیں۔ جب اس نے اپنی اس تحقیق کے نتائج کا اعلان کیا تو مذہبی حلقوں میں اس کا زبردست ردِّ عمل ہوا۔ گیلیلیو پر کفر کا فتویٰ لگایا گیا اور اُسے حکم دیا گیا کہ وہ اس اعتقاد سے توبہ کرے اور اپنی غلطی کا اعتراف کرے۔ اپنی زندگی کے آخری آٹھ سال اس نے اپنے گھر میں نظر بندی کی حالت میں گزارے۔

یہ سلوک جو اس وقت کے عیسائی علماء نے گیلیلیو جیسے عظیم سائنسدان کے ساتھ کیا اسکی بنیاد ان نظریات پر تھی جو کائنات کے متعلق عیسائی مذہبی لٹریچر میں موجود ہیں۔ اس کے برعکس قرآن کریم ہر انسان کو یہ دعوت دیتا ہے کہ آسمان اور زمین کے حالات پر خوب غور کرو اور دیکھو کہ یہ کتنا عظیم الشّان اور منظّم نظام ہے جس کی عظمت سے مرعوب ہوئے بغیر تم رہ نہ سکو گے، اس نظام کی عظمت پر غور و فکر کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ تمہاری توجہ اس عظیم کارخانہ قدرت کے خالق کی عظمت اور قدرت کی طرف ہوگی۔

اسلام کے ظہور کے بعد ایک لمبا عرصہ تک مسلمان سائنسدان علم کے میدان میں بہت نمایاں رہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ مغربی دنیا اپنے تاریک دور میں سے گذر رہی تھی۔ لیکن ایک وقت ایسا آیا جب مسلمانوں نے قرآنی تعلیم پر عمل کرنا چھوڑ دیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ زندگی کے باقی شعبوں کی طرح سائنس کے میدان میں بھی وہ بہت پیچھے رہ گئے۔ اس کے برعکس مغربی دنیا میں بیداری پیدا ہونے لگی اور آہستہ آہستہ علم کے میدان میں مسلمانوں کی جگہ عیسائی اقوام کے افراد نے لینی شروع کر دی۔ جدید سائنس میں اس زمانہ میں جو ترقی ہوئی ہے وہ انہی اقوام کے سائنسدانوں کی مرہونِ منت ہے۔ ایک طرف مادّہ کی تقسیم در تقسیم کے نظریہ پر کام کر کے مادّہ کی اکائی (ELEMENTARY PARTICLES) کی دریافت کی طرف توجہ دی گئی تو دوسری طرف کائنات کی تخلیق، ماہیت، ارتقاء اور انجام کو معلوم کرنے کی کوشش کی گئی۔

جدید سائنس کی دنیا میں سارے عالم اسلام کی نمائندگی کرنے کا اعزاز صرف محترم پروفیسر عبد السّلام صاحب کو خدا تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ فزکس کی کئی دوسری شاخوں کے علاوہ محترم پروفیسر صاحب نے اول الذکر موضوع پر نہایت ہی اہم اور بنیادی نوعیت کا کام کیا۔ آپ کی نہایت اعلیٰ کارکردگی کے نتیجہ میں ۱۹۷۹ء میں سائنس کا سب سے بڑا انعام یعنی نوبل پرائز دیا گیا۔ اس موضوع پر انشاء اللہ ایک مضمون لکھا جائے گا۔ موجودہ مضمون کا مقصد اب تک کی تحقیق کے مطابق نظامِ شمسی کے متعلق جو اہم معلومات انسان کو حاصل ہوئی ہیں انہیں اختصار کے ساتھ بیان کرنا ہے۔

زمین جس پر ہم رہتے ہیں اجرام فلکی کے ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتی

ہے جسے نظام شمسی (SOLAR SYSTEM) کہا جاتا ہے۔ اس نظام میں سورج کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ سورج کے گرد اب تک کی دریافت کے مطابق ۹ سیارے گردش کرتے ہیں۔ ہر سیارہ قریباً بیضوی مدار میں چکر لگاتا ہے۔ کشش ثقل (GRAVITATIONAL FORCE) ان سیاروں کو اپنے اپنے مدار سے منسلک رکھتی ہے، اور یہ اجرام فلکی اپنے مدار سے سر مو انحراف نہیں کرسکتے
ان سیاروں کے نام سورج سے فاصلہ کی نسبت سے علی الترتیب یہ ہیں:

(۱) عطارد (MERCURY) (۲) زہرہ (VENUS) (۳) زمین (EARTH) (۴) مریخ (MARS) (۵) مشتری (JUPITER) (۶) زحل (SATURN) (۷) یورینس (URANUS) (۸) نیپچون (NEPTUNE) (۹) پلوٹو (PLUTO)۔

ذیل میں ان سیاروں کے متعلق جو معلومات حاصل ہو چکی ہیں ان کا خلاصہ دیا جاتا ہے:

عطارد (MERCURY): یہ سورج کے قریب ترین سیارہ ہے، اس کا قطر ۳۰۳۱ میل ہے۔ اس کا سورج سے اوسط فاصلہ ۳۶ ملین میل ہے۔ یہ سورج کے گرد زمین کے حساب سے ۸۸ دنوں میں ایک چکر مکمل کرتا ہے۔ اس نسبت سے اس سیارے پر ایک سال ۸۸ دن کے برابر ہے۔ اس کے علاوہ اس سیارے کے گرد چاند کی طرح چکر لگانے والا کوئی چھوٹا سیارہ نہیں ہے۔

زہرہ (VENUS): اس سیارے کا قطر ۷۵۲۰ میل ہے، اور جسامت کے اعتبار سے یہ زمین کے برابر ہے۔ اس کا سورج سے اوسط فاصلہ ۶۷ ملین میل ہے اور اس کا ایک سال ۲۲۵ زمینی دنوں کے برابر ہے۔ عطارد کی طرح سورج کے قریب ہونے کی وجہ سے اس سیارے پر درجہ حرارت بھی بہت زیادہ ہے۔ یہ سیارہ گندھک کے تیزاب (SULPHURIC ACID) کے بادلوں میں گھرا ہوا ہے۔ اس سیارے کے گرد بھی کوئی چاند نہیں ہے۔

زمین (EARTH): زمین اس نظام شمسی کا وہ منفرد سیارہ ہے جس پر زندگی پائی جاتی ہے۔ اس کا قطر ۷۹۶۲ میل ہے۔ سورج سے اس کا اوسط فاصلہ ۹۳ ملین میل ہے اور یہ ۳۶۵ دنوں میں ایک چکر سورج کے گرد مکمل کرتی ہے۔ زمین کے گرد ایک چاند چکر لگاتا ہے۔

مریخ (MARS): اس سیارے کا قطر ۴۲۲۲ میل ہے اور سورج سے اس کا اوسط فاصلہ ۱۴۱ ملین میل ہے۔ یہ ۶۸۷ زمینی دنوں میں ایک گردش سورج کے گرد مکمل کرتا ہے۔ اس پر لطیف فضا موجود ہے، البتہ زندگی کی کوئی علامت نہیں پائی گئی۔ اس سیارے کے گرد ۲ چاند موجود ہیں،

مشتری (JUPITER): یہ نظام شمسی کا سب سے جسیم سیارہ ہے، اس کا قطر ۸۸۷۳۰ میل ہے اور سورج سے اس کا اوسط فاصلہ ۴۸۳ ملین میل ہے اور اس کا ایک سال ۱۱٫۹ زمینی سالوں کے برابر ہے۔ اس سیارے سے ۱۶ چاند منسلک ہیں۔ اس سیارے کی سطح پر سرخ رنگ کے دھبے بھی دکھائی دیتے ہیں۔

زحل (SATURN): سنہرے رنگ کا یہ سیارہ عرصہ سے سائنسدانوں کی خاص توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔ اس کے گرد خوبصورت اور چمکدار حلقے دکھائی دیتے ہیں۔ اس کا قطر ۷۴۵۶۰ میل ہے اور سورج سے اس کا اوسط فاصلہ ۸۸۶ ملین میل ہے۔ اس کا ایک سال ۲۹٫۵ زمینی سالوں کے برابر ہے اور اس کے گرد ۲۰ چاند دریافت کئے جا چکے ہیں۔ اس سیارے کے ایک چاند پر جس کا نام TITAN ہے نائیٹروجن گیس کی فضا پائی گئی ہے اور اس کے علاوہ ہائیڈرو کاربن (HYDROCARBONS) کی موجودگی کا ثبوت بھی ملا ہے لیکن زندگی کے آثار نہیں پائے گئے۔

یورینس (URANUS): اس سیارے کا قطر ۳۲۵۶۰ میل ہے اور سورج سے اس کا فاصلہ ۱۷۸۳ ملین میل ہے۔ اس کا ایک سال ۸۴ زمینی سالوں کے برابر ہے اور اس کے گرد ۱۵ چاند دریافت ہوئے ہیں۔

نیپچون (NEPTUNE): اس سیارے کا قطر ۳۰۷۵۰ میل ہے اور سورج سے اوسط فاصلہ ۲۷۹۰ ملین میل ہے۔ اس سیارے کے ساتھ ۲ چاند منسلک ہیں۔

پلوٹو (PLUTO): یہ نظام شمسی کا بعید ترین مگر سب سے چھوٹا سیارہ ہے، اس کا قطر ۱۹۰۰ میل ہے اور سورج سے اوسط فاصلہ ۳۶۶۶ ملین میل ہے۔ اس کا ایک سال ۲۴۸ زمینی سالوں کے برابر ہے۔ اس کا ایک چاند ہے جو جسامت میں اس سیارے سے نصف ہے۔

ستاروں کے اس خاندان کا مرکز سورج ہے اور زمین پر پائی جانیوالی تمام تر زندگی کا دارومدار سورج سے خارج ہونے والی توانائی (روشنی اور حرارت) پر ہے۔ سورج ایک اوسط جسامت رکھنے والا روشن ستارہ ہے۔ سورج کے اندرونی حصہ میں ہونے والی ایٹمی عوامل (NUCLEAR FUSION) کے نتیجہ میں توانائی پیدا ہوتی ہے۔ ایٹمی توانائی کے موضوع پر ایک مضمون اخبار احمدیہ نومبر دسمبر ۱۹۸۹ء کے شمارہ میں شائع ہو چکا ہے۔

سورج کا قطر ۸۶۵۰۰۰ میل ہے اور اس کی عمر ساڑھے چار بلین (۴٫۵ بلین) سال ہے۔ سورج کے مرکزی حصہ کا درجہ حرارت ۲۷ ملین ڈگری سینٹی گریڈ کے قریب ہے۔ جب تک سورج میں ایٹمی ایندھن موجود رہے گا یہ اسی آب و تاب کے ساتھ چمکتا رہے گا۔ لیکن ایٹمی ایندھن ختم ہو جانے کے بعد یہ ایک بے نور اور مردہ ستارہ ہو جائے گا اور اس کے ساتھ ہی زمین پر پائی جانے والی

زندگی ختم ہو جائے گی۔ سائنسدانوں نے اندازہ لگایا ہے کہ ابھی مزید کئی بلین سال تک سورج اپنی موجودہ حالت پر قائم رہے گا۔

یہ بات مندرجہ بالا تحریر سے واضح ہو جاتی ہے کہ نظام شمسی میں پائے جانے والے سیاروں کے مابین اور ان سیاروں اور سورج کے درمیان بہت عظیم فاصلے حائل ہیں لیکن اس پوری کائنات میں ہمارے نظام شمسی کی کوئی حیثیت نہیں ہے نظام شمسی سے باہر کی دنیا کا فاصلہ میلوں میں ظاہر کرنا ناممکن ہے اس مقصد کے لیئے نوری سال (LIGHT YEAR) ایک پیمانہ ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔ روشنی کی شعاع ایک سیکنڈ میں ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل کا فاصلہ طے کرتی ہے تو جتنا فاصلہ روشنی کی شعاع ایک سال میں طے کرے گی اسے نوری سال کہا جاتا ہے۔ سورج سے روشنی کی شعاؤں کو زمین تک پہنچنے میں آٹھ منٹ لگتے ہیں۔ سورج کے بعد جو ستارہ زمین سے قریب ترین ہے اس کی روشنی کو زمین تک پہنچنے میں ۴٫۳ سال کا عرصہ لگ جاتا ہے۔ اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہ ہوگا کہ سورج کا قریب ترین ہمسایہ اس سے کتنے فاصلہ پر ہے۔ اس کائنات میں سینکڑوں بلین ستارے جھرمٹ کی صورت میں ایک کہکشاں (GALAXI) کو تشکیل دیتے ہیں۔ اور پوری کائنات میں ہزاروں بلین کہکشائیں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ نئے ستارے بننے اور موجودہ ستاروں کی موت کا عمل ساتھ ساتھ چل رہا ہے۔ ایک اوسط جسامت رکھنے والی کہکشاں کا قطر دسیوں ہزار نوری سال ہے۔ اسی طرح دو قریبی کہکشاؤں کا اوسط فاصلہ ایک سے دو لاکھ نوری سال ہے۔

اس مختصر سے تعارف کے نتیجہ میں رب العالمین کائنات کی بے کراں وسعتوں کا اندازہ کسی حد تک لگایا جا سکتا ہے۔ جوں جوں انسان خدا تعالیٰ کی تخلیق پر غور و فکر کرتا ہے اسے اپنی کم مائیگی کا احساس ہونے لگتا ہے۔ مزید برآں وہ علم جو خدا تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اس کی کوئی حد معلوم نہیں ہوتی۔ اسی بات کی طرف خدا تعالیٰ اشارہ کرتے ہوئے قرآن کریم میں فرماتا ہے:

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ۝

ترجمہ: تو کہدے کہ اگر ہر ایک سمندر میرے رب کی باتوں کو لکھنے کے لیئے روشنائی بن جائے تو میرے رب کی باتوں کے ختم ہونے سے پہلے سمندر کا پانی ختم ہو جائے گا گو اسے زیادہ کرنے کیلئے اور پانی ڈالا جائے۔

بقیہ : روزہ کے مسائل

(۱) فرضی روزے: یہ وہ روزے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مسلمان پر فرض کیئے ہیں۔ اور یہ صرف رمضان شریف کے روزے ہیں۔

(۲) نفلی روزے: یہ وہ روزے ہیں اگر انسان روزہ رکھ لے تو ثواب ملتا ہے اور اگر نہ رکھے تو کوئی گناہ نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے نفلی روزے رکھا کرتے تھے۔ نفلی روزے یہ ہیں: ماہ شوال کے شروع میں چھ روزے، چاند کی تیرہویں، چودھویں، پندرھویں کا روزہ، عرفہ کے دن کا روزہ (۹ ذی الحج)، محرّم کی نویں یا دسویں تاریخ کو یا ہر دو دنوں کے روزے ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن افطار کرنا۔

(۳) کفارے کے روزے: یہ وہ روزے ہیں جو کسی حکم کے توڑنے کی وجہ سے یا کسی فرض کے ادا نہ کرنیکی وجہ سے مقرر ہیں تاکہ اس گناہ کا کفارہ ادا ہو۔ کفارہ کے روزے حسب ذیل ہیں:

(i) اگر کوئی شخص قسم کھائے اور پھر اس کو توڑ دے تو اس پر لازم ہے کہ وہ دس مسکینوں کو کھانا کھلائے، یا کپڑے پہنائے یا غلام آزاد کرے، اگر ان کی طاقت نہ ہو تو تین دن کے روزے رکھے۔

(ii) اگر کوئی شخص رمضان کا روزہ عمداً توڑ دے یا کسی مومن کو غلطی سے قتل کرے اور دیت ادا کرنے کے علاوہ وہ غلام آزاد کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ ساٹھ روزے رکھے۔

(iii) جو شخص اپنی بیوی سے ظہار کرے تو اس پر لازم ہے کہ وہ ایک غلام آزاد کرے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے اگر ان کی طاقت نہ ہو تو دو ماہ کے متواتر روزے رکھے۔

(iv) اگر کوئی شخص حج اور عمرہ کرے اور قربانی نہ کر سکے تو وہ دس روزے رکھے۔ تین مکّہ معظمہ میں اور سات جب اپنے گھر میں واپس آئے

(v) اسی طرح جس شخص نے احرام باندھا ہو لیکن کسی تکلیف کی وجہ سے احرام حالت میں سر منڈوائے تو اس کے کفارہ میں تین روزے رکھے۔

(۴) قضا کے روزے: اگر رمضان کا کوئی روزہ رہ گیا ہو تو رمضان کے بعد اس کی قضا فرض ہے

(۵) نذر کے روزے: اگر کوئی نذر مانے کہ وہ اتنے روزے رکھے گا تو نذر کو پورا کرنا فرض ہے۔

رمضان ہی وہ مبارک اور مقدس مہینہ ہے جس میں کی ہوئی ایک نیکی فرض کا مقام رکھتی ہے اور رمضان میں ادا کیا ہوا ایک فرض ستّر فرض کا مقام رکھتا ہے ——— (مشکوٰۃ)

امریکی کانگریس کی امورِ خارجہ و انسانی حقوق کمیٹی کا

وزیراعظم پاکستان محترمہ بینظیر بھٹو کے نام خط

عزت مآب محترمہ بینظیر بھٹو صاحبہ!
وزیراعظم اسلامی جمہوریہ پاکستان
گورنمنٹ ہاؤس، اسلام آباد، پاکستان

واشنگٹن
۳۰ جنوری ۱۹۹۰ء

محترمہ وزیراعظم صاحبہ!

وزیر برائے مذہبی امور جناب خان (بہادر) صاحب نے ہمارے ۷ اکتوبر ۱۹۸۹ء کے مکتوب کا جواب ارسال فرمایا۔ اس پر آپ کا شکریہ۔ یہ خط پاکستان میں جماعت احمدیہ کی صورت حال کے بارہ میں تھا۔ ہمیں اس تضاد پر دکھ ہوتا ہے کہ پاکستان کا آئین احمدیوں کی آزادی سلب کر رہا ہے اور جناب خان کا موقف ہے کہ احمدیوں کو اظہار عقیدہ کی آئین کے تحت مکمل آزادی ہے اور پاکستانی شہری کی حیثیت سے ان کی جان اور مال محفوظ ہے۔ اور وہ اپنے عقیدہ کے مطابق زندگی گزار سکتے ہیں۔ ان کو اجتماع کی آزادی ہے جب وہ چاہیں، اور اظہار رائے کی مکمل آزادی ہے۔

ہماری سمجھ کے مطابق آئین کے آرڈیننس ۲۰ کے تحت احمدیوں کو اپنے اظہار عقیدہ کی اجازت نہیں۔ وہ اذان نہیں دے سکتے، اپنی مسجد کو مسجد نہیں کہہ سکتے۔ سرعام یا نجی طور پر خود کو مسلمان ظاہر نہیں کر سکتے۔ یہ تمام جرائم آرڈیننس ۲۰ کے تحت ۳ سال تک قید با مشقت اور لامحدود جرمانہ کی سزا کا موجب بن سکتے ہیں۔ السلام علیکم کہنے پر احمدیوں کو ۲ سال کی سزا ہوتی رہی ہے۔ ۱۹ معروف احمدیوں کی شہادت اور چک سکندر میں ۳ احمدیوں کی حال ہی میں گذشتہ جولائی کی شہادت اس امر کا ثبوت ہے کہ احمدیوں کی جان محفوظ نہیں ہے۔ ۹ احمدیہ مساجد شہید ہو چکی ہیں اور ۲۱ تباہ کی جا چکی ہیں اور کسی کے خلاف کوئی کاروائی نہیں ہوئی۔ حکومت تاحال ۱۲ مساجد کو سیل کر چکی ہے اور ۱۰ مساجد کی بیحرمتی ہو چکی ہے اور پولیس نے کسی کو کہیں بھی منع نہیں کیا۔ مزید برآں چک سکندر اور ننکانہ صاحب کے فسادات کے نتیجہ میں ۷۰ احمدی گھرانے لوٹے گئے اور جلائے گئے ہیں۔

ہمیں یہ بھی علم ہے کہ احمدیوں کو اجتماع کی آزادی نہیں ہے۔ گذشتہ ۶ سالوں سے احمدیوں کو اپنے سالانہ جلسہ کی اجازت نہیں ملی جو گذشتہ ۷۵ سال سے باقاعدہ منعقد ہوتا رہا ہے۔ اظہار رائے کی آزادی ایک بنیادی حق ہے جو دوسرے پاکستانیوں کو حاصل ہو تو ہو لیکن احمدیوں کو ہرگز حاصل نہیں ہے۔ احمدیوں کا واحد روزنامہ ۴ سال تک ضبط رہا اور ایڈیٹر، پبلشر اور پرنٹر کے خلاف اظہار رائے کرنے پر مقدمات بنائے گئے احمدیہ کتب اور رسائل پر بھی پابندی لگی ہوئی ہے اور وہ ضبط کئے گئے ہیں اور مذہبی لٹریچر کی تقسیم پر ۲۰۰ مقدمات قائم ہو چکے ہیں۔ مجموعی طور پر ۱۸۵ احمدیہ کتب اور جرائد جو ۸۰ سال سے اشاعت پذیر تھے پابندی کی زد میں ہیں۔

جناب خان اپنے خط میں لکھتے ہیں کہ حکومت پاکستان آبادی کے کسی حصّے کے خلاف ظلم و تشدد روا نہیں رکھنے دیگی۔ یہ ان کے اپنے پہلے بیان کے خلاف ہے کہ اگر آٹھویں ترمیم منسوخ ہو جائے یا ۷۳ء کا آئین بحال ہو جائے تب بھی احمدیوں کے خلاف پابندیاں ختم نہیں کی جائیں گی۔ علاوہ ازیں پنجاب کے وزیراعلیٰ نواز شریف کے نام ۲۳ جنوری ۸۹ء کا خط بھی ان کے خلاف جاتا ہے۔ جناب شریف کے نام اپنے خط میں وہ لکھتے ہیں کہ "علماء محسوس کر رہے ہیں کہ قادیانی "غیر اسلامی سرگرمیوں کے (سزا اور امتناع) آرڈیننس ۱۹۸۵ء" پر عملدرآمد نہ ہونے کی وجہ سے شیر ہو گئے ہیں"۔ یہاں واضح طور پر احمدیوں کو مذہبی تشدد کیلئے چنا گیا ہے۔ ابھی حال ہی میں دسمبر ۸۹ میں پولیس (باقی صـ 39)

ع - ر - ا

مسیحی انفاس

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق کاسرِ صلیب بنا کر بھیجا۔ آپ نے عیسائیت کے مروجہ عقائد کا دلائل اور براہین سے بطلان فرمایا۔ جماعت کو دلائل اور براہین کا ایسا ذخیرہ آپ نے عطا کیا جو رہتی دنیا تک عیسائیت کے باطل عقائد کو پاش پاش کرنے کیلئے انتہائی کارگر ہتھیار کے طور پر استعمال ہوتا رہے گا۔

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے جو دلائل اپنی تحریر اور تقریر میں بیان فرمائے یہ آپ کی تقریباً ۸۲ کتب، ملفوظات کی دس ضخیم جلدوں اور متعدد اشتہارات میں جابجا مزین تھے۔ ایک قاری کے لیے یکجائی طور پر ان کا مطالعہ کرنا آسان نہ تھا

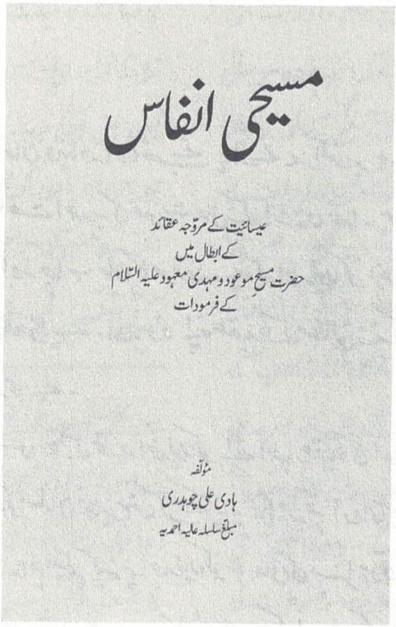

مکرم ومحترم ہادی علی صاحب چوہدری مبلغ سلسلہ مقیم لندن نے کاسرِ صلیب علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف سے عطا کردہ ان ہتھیاروں کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے جو کہ کتاب "مسیحی انفاس" کی صورت میں آپ ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ اس کتاب میں ابطال عیسائیت سے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جملہ تحریرات ترتیب کے ساتھ جمع کر دی گئی ہیں۔ اس کتاب کی تدوین سے جہاں احباب جماعت ردِّ عیسائیت کے سلسلہ میں دلائل و براہین سے مسلح ہو سکتے ہیں وہاں اس کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہو گا کہ بعض مخالفین احمدیت جو سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے پیش فرمودہ دلائل کا سرقہ کر کے انہیں اپنی طرف سے پیش کرتے اور دنیا کے سامنے ہیرو بننا چاہتے ہیں ان کی اصلیت اور حقیقت بھی سامنے آ جائے گی۔ انشاء اللہ۔ اور دنیا کو علم ہو جائے گا کہ اشد مخالفین کو بھی سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے علم کلام سے خوشہ چینی کے بغیر چارہ نہیں۔ اس قابل قدر کتاب میں مندرجہ ذیل ابواب باندھے گئے ہیں: کسرِ صلیب، ردّ الوہیت مسیحؑ، ردّ ابنیت مسیحؑ، ردّ تثلیث، ردّ کفارہ، حضرت مسیحؑ کی صلیب سے نجات اور ہجرت، محرّف اور مبدل کتب، تعلیم (موازنہ) آنحضرتؐ اور حضرت مسیحؑ (موازنہ) حضرت مسیح علیہ السلام کے نشانات، معجزات اور پیشگوئیاں، پولوس اور عیسائیت، حضرت مسیحؑ کی بن باپ پیدائش، بائبل اور اناجیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں پیشگوئیاں، متفرق اور توحید کی فتح۔ محترم مؤلف کے بیان کے مطابق جب انہوں نے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں اس کتاب کا نام رکھنے کی درخواست کی اور اس سلسلہ میں چند نام پیش کیے تو آپ ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس کا نام "مسیحی انفاس" پسند فرمایا۔ احمدیت کی پہلی صدی کی یہ آخری کتاب شعبہ اشاعت جماعت احمدیہ مغربی جرمنی فرینکفرٹ سے دستیاب ہے۔ ہدیہ ۲۰ مارک صرف۔

جماعت احمدیہ کا کیا فرض ہے؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عجب خان صاحب نے پوچھا ہم کو یہاں سے جا کر کیا بڑا کام کرنا چاہیئے۔ فرمایا ہماری دعوت کو لوگوں کو سنایا جائے، ہماری تعلیم سے ان کو واقف کیا جائے۔ تقوٰی، توحید اور سچا اسلام ان کو سکھایا جاوے۔ (الحکم ۱۷ فروری ۱۹۰۳)

صد سالہ جشنِ تشکر

سپورٹس پروگرام

۲۲ نومبر ۱۹۸۹ء

مورخہ ۲۲ نومبر ۸۹ء کو CARLO-MIERENDORFF SCHULE, PREUNGESHEIM فرانکفرٹ کے سپورٹس ہال میں جشن تشکر سپورٹس فنکشن منعقد کیا گیا۔ کھیلوں کے ان مختلف مقابلہ جات میں جن میں باسکٹ بال فٹ بال، کشتی، دوڑیں اور میوزیکل چیئر ریس شامل تھے، ۷۰ سے زائد کھلاڑیوں نے شرکت کی۔

فٹ بال ٹورنامنٹ : اِن ڈور فٹ بال کے اس ٹورنامنٹ میں کل چھ ٹیموں نے شرکت کی۔ لیگ بنیاد پر کھیلے جانے والے اس انتہائی دلچسپ مقابلوں سے شائقین بہت محظوظ ہوئے۔ فائنل میچ ولبوہ فرینڈز اور مہمان ٹیم QUARTZIA یوگوسلاویہ کے مابین کھیلا گیا جس میں مؤخر الذکر ٹیم کو زائد ٹائم میں کامیابی حاصل ہوئی۔ عبدالحمید بھٹی، طیب احمد مبارک چیمہ اور راجہ عبدالرحیم نے عمدہ کھیل پیش کیا۔ میچ کے آغاز سے قبل ٹیموں کا تعارف مہمان خصوصی اعزاز رسول صاحب صدر ریجنل سپورٹس کمیٹی ہمبرگ سے کروایا گیا۔

باسکٹ بال : باسکٹ بال کے دو دوستانہ میچز کھیلے گئے پہلا مقابلہ احمدیہ مسلم باسکٹ بال ٹیم (سینئرز) نے QARTZIA یوگوسلاویہ ٹیم کے خلاف کھیلا۔ اچھے جاندار اور دلچسپ مقابلے کے بعد مہمان ٹیم چند پوائنٹس کی برتری سے میچ جیتنے میں کامیاب رہی۔ احمدیہ جونیئرز نے بھی مذکورہ مہمان باسکٹ بال ٹیم کے خلاف ایک میچ کھیلا اور اچھا کھیل دکھایا۔ دوسرے میچ میں بھی مہمان ٹیم کو برتری حاصل رہی۔ محمد عاقل خان صاحب اور باقر خالد صاحب نے ریفری کے فرائض انجام دیئے۔

کشتی : دیسی کشتی کے نمائشی مقابلوں کا پروگرام بھی دوسرے مقابلوں کی طرح بہت دلچسپ رہا اور کھلاڑیوں نے غیر معمولی دلچسپی کے ساتھ ان میں حصہ لیا۔ کُل آٹھ جوڑیوں نے زور آزمائی کی جن میں ایک جرمن اور یوگوسلاوین نژاد مہمان کھلاڑی بھی شامل تھے جو شائقین اور کھلاڑیوں کی اس کھیل سے جذباتی وابستگی اور ان کے کھیل کو دیکھ کر متاثر ہوئے اور شرکت کیلئے اپنے نام لکھوائے۔ ظفراللہ خان، اطہر محمود، میر عبداللطیف، صدیق احمد کاہلوں، مبارک احمد کاہلوں نے اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ ان مقابلوں کے ریفری چوہدری محمد شریف صاحب خالد تھے۔

دوڑیں : دوڑوں کے مقابلے پچاس میٹر کی دوڑ، تین ٹانگ کی دوڑ اور ایک ٹانگ کی دائرہ جنگ کی دوڑ پر مشتمل تھے، تین ٹانگ کی دوڑ میں دس ٹیموں نے حصّہ لیا۔ اطفال کے مقابلوں میں بارہ ٹیموں نے شرکت کی۔ تیس سے زائد کھلاڑی پچاس میٹر کی دوڑ میں شریک ہوئے ایک ٹانگ کی دائرہ جنگ میں پچیس [25] سے زائد کھلاڑی شریک ہوئے۔ ہال میں موجود تماشائی ان مقابلوں سے بہت محظوظ ہوئے۔ (بقیہ صد)

بقیہ : خط ——

کی طرف سے بین الاقوامی احمدیہ مرکز کے تمام شعبوں کے سربراہوں کے خلاف ایک F.I.R. درج کی گئی ہے۔ تقریباً ۵۵ ہزار کی ساری آبادی کے خلاف اپنے عقیدہ کے مطابق عمل کرنیکی بنا پر F.I.R میں الزام تھا۔

ہمیں امید ہے کہ آٹھویں ترمیم اور آرڈیننس ۲۰ منسوخ اور ہر قسم کی احمدیوں کے خلاف قانون سازی بند کردی جائے گی، اور انہیں سیاسی اور شہری آزادیاں دی جائیں گی۔ یہی ان جمہوری اقدار، روایات اور اصولوں کے مطابق ہوگا جن کی آپ کی حکومت دعویدار ہے

والسّلام مخلص

جان پورٹر	گس یاٹرون	ٹوم لانٹوس
کوچیئرمین، کانگریس برائے حقوق انسانی، کاکس	چیئرمین سب کمیٹی برائے انسانی حقوق اور بین الاقوامی تنظیمیں	کوچیئرمین کانگریس برائے حقوق انسانی، کاکس

اوقاتِ سحر و افطار

رمضان المبارک ۱۴۱۰ ہجری کے سحری وافطاری کے اوقات پیش خدمت ہیں۔ یہ اوقات فرینکفرٹ کیلئے ترتیب دئے گئے ہیں، اس کے علاوہ کیلنڈر میں جہاں احمدیہ سینٹر ہیں ان شہروں کے اوقات کا فرق بتایا گیا ہے۔ فرینکفرٹ کے اوقات میں یہ فرق جمع یا تفریق کر کے مطلوبہ شہر کے اوقات حاصل کیئے جا سکتے ہیں؛ (نوٹ: رمضان المبارک کے شروع ہونے اور عید کی حتمی تاریخوں کی اطلاع بعد میں دی جائیگی۔)

(نیشنل سیکریٹری تعلیم، جرمنی)

MONAT RAM. مہینہ رمضان	MÄRZ مارچ	FASTEN BEGINN سحری	SONNE AUFGANG طلوع آفتاب	ZUHR ظہر	ASR عصر	FASTE END افطاری	MAGHRIB مغرب	ISCHA عشاء
1	28	5-40	7-10			19-52	20-58	21-19
2	29	5-38	7-08			19-54	20-00	21-20
3	30	5-36	7-06			19-55	20-01	21-21
4	31	5-34	7-04			19-57	20-03	21-23
5	APRIL 01	5-32	7-02	1-30	5-00	19-59	20-05	21-25
6	02	5-29	6-59			20-00	20-06	21-26
7	03	5-27	6-57			20-02	20-08	21-28
8	04	5-25	6-55			20-03	20-09	21-29
9	05	5-23	6-53			20-05	20-11	21-31
10	06	5-21	6-51			20-06	20-12	21-32
11	07	5-19	6-49			20-08	20-14	21-34
12	08	5-16	6-46			20-10	20-16	21-36
13	09	5-14	6-44			20-11	20-17	21-37
14	10	5-12	6-42	1-30	5-00	20-13	20-19	21-39
15	11	5-10	6-40			20-14	20-20	21-40

MONAT RAM. مہینہ رمضان	MÄRZ مارچ	FASTEN BEGINN سحری	SONNE AUFGANG طلوع آفتاب	ZUHR ظہر	ASR عصر	FASTE END افطاری	MAGHRIB مغرب	ISCHA عشاء
16	12	5-08	6-38			20-16	20-22	21-42
17	13	5-06	6-36			20-17	20-23	21-43
18	14	5-04	6-34			20-19	20-25	21-45
19	15	5-02	6-32			20-21	20-27	21-47
20	16	5-00	6-30			20-22	20-28	21-48
21	17	4-58	6-28			20-24	20-30	21-50
22	18	4-56	6-26			20-25	20-31	21-51
23	19	4-54	6-24	1-30	5-00	20-27	20-33	21-53
24	20	4-52	6-22			20-28	20-34	21-54
25	21	4-50	6-20			20-30	20-36	21-56
26	22	4-48	6-18			20-32	20-38	21-58
27	23	4-46	6-16			20-33	20-39	21-59
28	24	4-44	6-14			20-35	20-41	22-01
29	25	4-42	6-12			20-36	20-42	22-02
30	26	4-40	6-10			20-38	20-44	22-03

	29 MÄRZ		4 APRIL		10 APRIL		16 APRIL		22 APRIL		28 APRIL	
	SONNE AUFG.	SONNE UNTG	AUFG	UNTG	AUFG	UNTG	AUFG	UNTG	AUFG	UNTG	AUFG	UNTG.
BERLIN	-21	-18	-22	-16	-23	-16	-24	-14	-25	-14	-26	-12
HAMBURG	-8	-3	-9	-1	-11	=	-13	+2	-14	+3	-15	+5
KÖLN	+6	+7	+6	+8	+6	+8	+5	+9	+5	+8	+5	+9
MÜNCHEN	-10	-13	-10	-13	-9	-15	-8	-15	-8	-16	-9	-17
STUTTGART	-4	-7	-4	-7	-3	-8	-3	-8	-2	-9	-1	-10

ضروری اعلانات

(۱) حضور اقدس کی طرف سے مندرجہ ذیل احباب کے خطوط آئے ہوئے ہیں، جو ان کے ایڈریس سے واپس آئے ہیں یا ان کے خطوط پر ان احباب کا پتہ مکمل نہیں برائے مہربانی اپنے مکمل پتہ جات مسجد نور کے ایڈریس پر ارسال کریں تاکہ آپ کے خطوط جو ہمارے پاس امانت ہیں وہ آپ تک پہنچائے جاسکیں۔ شکریہ

(۱) عبدالباسط ملک صاحب KUNZELL (۲) امۃ المتین شاہد صاحبہ، موقت نور مسجد (۳) عبدالقدوس ملک صاحب RADEVORMWALD (۴) ناصر محمود صاحب RADEVORMWALD (۵) آمنہ طیبہ صاحبہ، فرینکفرٹ (۶) کرامت اللہ صاحب، بون (۷) محمد اشرف صاحب، RONNEBURG (۸) تاثیر احمد بٹ صاحب، SCHWETZINGEN (۹) محفوظ احمد صاحب BAD DÜRKHEIM (۱۰) شمیم مجیبہ صاحبہ UNTERSCHLEISSHEIM (۱۱) نجاح الدین صاحب آوگس برگ (۱۲) اعجاز مجید صاحب برگ ہائم (۱۳) عائشہ بشریٰ باجوہ صاحبہ مورفلڈن (۱۴) ناصرہ افتخار صاحبہ، ہمبرگ (۱۵) الطاف قدیر صاحب NORDERSTADT-3 (۱۶) عبدالخالق خان صاحب، کوبلنز (۱۷) لطیف احمد صاحب، MOINEHBRUCH - MORFELDEN - WALLDORF (۱۸) منصورہ لطیف صاحبہ " " (۱۹) محمد اکرم صاحب میونخ ۸۰ ـ (۲۰) طارق فضل طاہر صاحب BAD NEUSTADT (۲۱) ناصر احمد قمر صاحب BUXTEHUDE ـــ (۲۲) عبدالسلام صاحب برلن (۲۳) محمد اشرف تارڑ صاحب، آخن (۲۴) فرحت عباسی صاحب (۲۵) مسعود مجید صاحب، برلن 6258 - RUNKELDENRN - (۲۶) صادقہ بیگم صاحبہ (۲۷) امۃ الرشید صاحبہ RONNEBURG. (۲۸) بشریٰ فرناز صاحبہ NEUSTADT. (۲۹) ثمینہ شوکت صاحبہ، BISCHOFSHEIM.

احباب سے درخواست ہے کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں خط لکھتے وقت اپنا مکمل پتہ لفافہ کے علاوہ خط پر بھی ضرور لکھا کریں۔

(۲) تمام صدران جماعت اپنی جماعت کی کارکردگی کی رپورٹ ہر ماہ باقاعدگی سے اپنے متعلقہ مشن کو ارسال فرما کر ممنون فرمائیں۔

(۳) ہر صدر جماعت کا یہ فرض ہے کہ اگر ان کی جماعت میں کوئی نئے ممبر جماعت آئیں یا کسی دوسری جگہ منتقل ہوں تو مرکز کو ان کے مکمل پتہ جات سے آگاہ کریں۔ نیز جس جماعت میں وہ جائیں اس جماعت کے صدر صاحب کو بھی مطلع کریں۔ شکریہ۔

(مبشر احمد باجوہ ۔ جنرل سیکرٹری، جماعت احمدیہ مغربی جرمنی)

ولادت باسعادت

(۱) مکرم ظہیر احمد صاحب خالد آف BRÜCKEN کو اللہ تعالیٰ نے مورخہ ۲؍ مارچ ۱۹۹۰ء کو دوسری بیٹی سے نوازا ہے، جس کا نام امۃ الاعلیٰ ماہم تجویز کیا گیا ہے۔ نومولود مکرم ڈاکٹر نذیر احمد صاحب ساجد سابق پرنسپل طبیہ کالج ربوہ (حال جرمنی) کی پوتی اور مکرم ڈاکٹر سلیم احمد صاحب خلیل آف ڈگری (سندھ) کی نواسی ہے۔

(۲) مکرم جمیل انجم صاحب آف HEIDELBERG کو اللہ تعالیٰ نے مورخہ ۲۴؍ فروری ۹۰ء کو پہلی بیٹی سے نوازا ہے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازراہ شفقت بچی کا نام شاذیہ انجم تجویز فرمایا ہے۔

(۳) مکرم عبدالرشید صاحب ندیم صدر جماعت MEERBUSCH کو اللہ تعالیٰ نے مورخہ ۲؍ نومبر ۱۹۸۹ء کو بیٹے سے نوازا ہے۔ جس کا نام حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازراہ شفقت عبدالمالک تجویز فرمایا ہے۔

(۴) مکرم ضیاء الحق صاحب شمس صدر جماعت PFORCEHEIM کو اللہ تعالیٰ نے مورخہ ۲۴؍ نومبر ۸۹ء کو بیٹی سے نوازا ہے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے بچی کا نام ازراہ شفقت نائلہ ضیاء شمس تجویز فرمایا ہے۔ نومولود تحریک وقفِ نو کے تحت زندگی وقف ہے۔

(۵) مکرم رفیق احمد صاحب آف KARLSRUHE کو اللہ تعالیٰ نے مورخہ ۲۴؍ دسمبر ۱۹۸۹ء کو دوسرے بیٹے سے نوازا ہے جس کا نام حضور اقدس نے ازراہ شفقت احسان احمد ہمایوں تجویز فرمایا ہے۔ نومولود مکرم مولوی علی احمد صاحب عارف ربوہ کا پوتا اور اسٹیشن ماسٹر محمد صدیق صاحب ربوہ کا نواسہ ہے۔

(۶) مکرم جاوید اقبال صاحب آف فرینکفرٹ کو اللہ تعالیٰ نے بیٹے سے نوازا ہے۔ ازراہ شفقت حضور اقدس نے بچے کا نام شہزاد اقبال تجویز فرمایا ہے۔

(۷) مکرم خالد محمود صاحب آف FRIEDRICHSKOOG کو اللہ تعالیٰ نے شادی کے پانچ سال بعد بیٹے سے نوازا ہے، حضور اقدس نے بچے کا نام فہد محمود طاہر تجویز فرمایا ہے، نومولود تحریک وقف نو میں شامل ہے۔

احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ تمام بچوں کو ہمیشہ صحت سے رکھے درازیٔ عمر عطا فرمائے اور نیک اور صالح دین بنائے۔ آمین۔

دعائے مغفرت

مکرم عبدالرشید صاحب ندیم آف MEERBUSCH کے والد محترم چوہدری ماسٹر خیر دین صاحب ۲۸؍ دسمبر کو ربوہ میں انتقال فرما گئے۔ احباب ان کی مغفرت کیلئے دعا کریں۔

بقیہ : حیاۃ طیبہ

پیدا ہوئے ۲۶ دسمبر ۱۹۶۱ء کو وفات پائی۔

(۷) حضرت صاحبزادی نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا : آپ ۲ مارچ ۱۸۹۷ء کو پیدا ہوئیں اور ۲۳ مئی ۱۹۷۷ء کو وفات پائی۔

(۸) صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب جو ۱۴ جون ۱۸۹۹ء کو پیدا ہوئے اور ۱۶ ستمبر ۱۹۰۷ء کو فوت ہوئے۔

(۹) صاحبزادی امۃ النصیر صاحبہ جو ۲۸ جنوری ۱۹۰۳ء کو پیدا ہوئیں اور اسی سال ۳ ستمبر کو فوت ہوگئیں۔

(۱۰) حضرت صاحبزادی امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا آپ ۲۵ جون ۱۹۰۴ء کو پیدا ہوئیں اور ۱۹۸۷ء کو وفات پائی۔ (جاری ہے)

بقیہ : انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت

نے کیا ہی عمدہ رنگ میں چندوں کی اہمیت بیان فرمائی ہے :

"اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے جہاد بالسیف کی جگہ جہاد تبلیغ اور جہاد بالنفس کا دروازہ کھولا ہے اور تبلیغ ہو نہیں سکتی جب تک روپیہ نہ ہو کیونکہ تنظیم بغیر روپیہ کے نہیں ہوسکتی۔"

(پیغام حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ بنام کارکنان مال جماعت کراچی، ۳ مارچ ۱۹۵۷ء)

آج تبلیغ اسلام کے میدان میں جو کار ہائے نمایاں جماعت احمدیہ انجام دے رہی ہے وہ دنیا کے بڑے بڑے امیر اسلامی ممالک بھی انجام نہیں دے سکے پس مبارک ہے وہ جو چندوں کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے پورے خلوص قلب سے ہر جماعتی تحریک میں شامل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ سعادت بخشے آمین

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کیا خوب فرماتے ہیں ؎

زبذل مال در راہش کسے مفلس نمی گردد
خدا خود می شود ناصر، اگر ہمت شود پیدا

بقیہ : خطبہ جمعہ

ان باتوں سے آگاہ کریں۔ غالباً وہ آگاہ ہیں لیکن مزید وضاحت کے ساتھ بتائیں کہ آج تمہارے ملک کی وفا کا تقاضا یہ ہے کہ تم انتہا پسندوں کو یہاں ابھرنے نہ دو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ اسلام کے خلاف جہاں بھی دنیا میں کوئی خطرہ درپیش ہو، اس کے دفاع میں ہم ہمیشہ سب سے اوّل صف میں، سب سے زیادہ نمایاں، سب سے زیادہ خلوص کے ساتھ ہمیشہ سینہ سپر رہیں۔"

○○○

بقیہ : قبول احمدیت کا ایمان افروز واقعہ

ملا اس نے راستہ بتا دیا۔ گیارہ میل پیدل سفر کر کے حضرت مولانا نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کے مطب میں پہنچ گئے۔

نماز کی اذان ہوئی۔ حضرت مولوی صاحب کے ہمراہ مسجد چلے گئے وہاں جب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام مسجد میں داخل ہوئے تو آپ نے پہچان لیا کہ یہ تو وہی بزرگ ہیں جو مجھے خواب میں دکھائے گئے تھے، خدا تعالیٰ پر ایمان بڑھ گیا اور اس بزرگ کی صداقت مجھ پر آفتاب کی مانند روشن ہوگئی۔ نماز کے بعد حضور تشریف فرما رہے چند آدمیوں نے بیعت کی ہر ایک سے حضرت اقدس یہی فرماتے کہ میرے دعویٰ پر پختہ یقین ہو تو بیعت کرو، اگر اس سلسلہ میں دل مطمئن نہ ہو تو بیعت نہ کرو۔ جب ان کی باری آئی تو حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا : میاں ! کیا میرا پیغام آپ کو پہنچ گیا تھا؟ انہوں نے کہا ہاں حضور آپ کا پیغام پہنچ گیا تھا تبھی تو طویل سفر کر کے حاضر خدمت ہوا ہوں۔ اس کے بعد ان کی بیعت ہوگئی۔ کچھ عرصہ قادیان رہے، پھر واپس گھر آگئے۔ مہر اعظم خان صاحب کے توسط سے احمدیت ۱۹۰۲ء میں اس علاقہ میں روشناس ہوئی۔ ہزاروں رحمتیں ہوں اس نیک اور پاک فطرت مجاہد پر۔ میں ان کو حضرت اقدس کا گمنام ساتھی کہتا ہوں کیونکہ احمدیت کے لٹریچر میں اس بزرگ کا نام میری نظر سے نہیں گزرا۔ سلسلہ کے لٹریچر میں ان کا ذکر ضروری ہے تاکہ لوگ ان کو دعاؤں کا تحفہ بھیجتے چلے جائیں۔ (انصار اللہ، جولائی ۸۹ء)

بقیہ : ندائے حق

یہودی اگر جبراً پکڑ کر ایک شخص کو صلیب دیتے ہیں اور عیسائی صاحبان شور مچاتے ہیں کہ ہمارے لیے قربان ہوا۔

تیرہواں مطالبہ : پادری صاحب بتائیے تو سہی کہ بے گناہ مسیح نے گنہگاروں کے گناہ اپنی مرضی سے اپنے ذمہ لیئے یا باپ کی مرضی سے؟ اگر کہو کہ باپ کے کہنے سے ایسا کیا تو باپ غیر عادل ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ اس نے ایک بے گناہ پر گنہگاروں کے گناہ لاد دیئے۔ اور اگر کہو کہ مسیح نے اپنی مرضی سے ایسا کیا تو پھر دو اعتراض ہیں :

ا۔ اس سے مسیح غیر عادل ٹھہرتا ہے (عدل کی اس تعریف سے جو عیسائی کرتے ہیں) کہ گنہگار کو سزا نہ دی اور اس کا گناہ خود اٹھا کر اسے یونہی معاف کر دیا۔

ب۔ بندوں کے گناہ اٹھانا اچھی بات ہے یا بری؟ اگر اچھی ہے تو باپ نے یا روح القدس نے کیوں نہیں لوگوں کے گناہ اٹھائے؟ اور اگر دوسروں کے گناہ اٹھانا نقص ہے تو اقنوم ثانی ناقص ثابت ہوا۔

○○○

جماعتی انتخابات

جیسا کہ احباب کو علم ہے کہ مغربی جرمنی میں تمام جماعتوں میں از سر نو جماعتی عہدیداران (صدر جماعت اور سیکرٹریان) کے انتخابات ۳۰ جون ۱۹۹۲ء تک کیلئے ہوئے ہیں۔ اس ضمن میں چند انتظامی امور احباب کرام کی راہنمائی اور اطلاع کے لیے پیش کیے جا رہے ہیں۔

(۱) جب تک نئے عہدیداران کی منظوری نہیں آتی پہلے عہدیداران اپنے عہدے پر کام کرتے رہتے ہیں۔ (بعض جگہ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ انتخاب ہوتے ہی اگر نئے عہدیدار منتخب ہو گئے ہوں تو موجودہ عہدیداران نئے عہدیداران کی منظوری آنے سے قبل ہی کام چھوڑ دیتے ہیں جس سے جماعت کو بہت بڑا نقصان ہوتا ہے اور خود ان کی سابقہ کارکردگی بھی متاثر ہوتی ہے)

(۲) قواعد کے مطابق جماعتی عہدیداران (صدر و دیگر سیکرٹریان) کا ایک سے زائد بار انتخاب ہو سکتا ہے یعنی وہ مسلسل کئی بار منتخب ہو سکتے ہیں۔

(۳) نئے عہدیداران کی منظوری ملتے ہی عہدیداران ماقبل ایک ہفتہ کے اندر اندر نئے عہدیداران کو تحریری چارج دے کر اپنی ذمہ داری ان کے سپرد کر دیتے ہیں (اس موقع پر جماعتوں میں حالات کے مطابق تقریبات منعقد ہو سکتی ہیں، جن میں نئے عہدیداران کو خوش آمدید اور گذشتہ عہدیداران کو بڑی عزت و احترام سے الوداع کہا جاتا ہے۔ عہدیداران ماقبل نئے عہدیداران کو اپنے بھرپور تعاون کی پیشکش کرتے ہیں اور نئے عہدیداران نئے جذبہ کیساتھ اپنے کام کا آغاز کرتے ہیں

(۴) اصولی طور پر چارج لینے دینے کی کاروائی تحریری طور پر ہوتی ہے اور اس کی ایک کاپی (جس پر نئے اور سابقہ ہر دو عہدیداران کے دستخط ہوتے ہیں) مرکز فرینکفرٹ کو ارسال کی جاتی ہے۔ بہت سی جماعتوں میں خدا کے فضل سے اب جماعت کی کوئی نہ کوئی پراپرٹی موجود ہے مثلاً رسید بکس، چندے کی سٹیٹمنٹس جماعتی ریکارڈ، کیسٹس، کتب، مقامی گرانٹ کے خرچ کا حساب وغیرہ وغیرہ، ایسی تمام چیزوں کا رجسٹر میں باقاعدہ اندراج ہوتا ہے۔ اگر سابقہ عہدیدران ہی دوبارہ منتخب ہو جائیں تو ان کو چاہیئے کہ از سر نو مذکورہ امور کا جائزہ لے کر مرکز کو تحریری طور پر آگاہ کر کے اپنے کام کا نئے سرے سے آغاز کریں۔

(۵) جماعتی ریکارڈ کو احتیاط سے محفوظ رکھنا بیحد ضروری ہے۔ تمام سیکرٹریان اپنے اپنے شعبہ کا ریکارڈ تیار کر کے فائلوں میں محفوظ کرتے ہیں جس میں شعبہ کی کارکردگی، مقامی اور مرکزی خطوط وغیرہ شامل ہوتے ہیں۔ (نوٹ) تمام صدران کرام سے درخواست ہے کہ وہ یہ ریکارڈ مکمل فرما کر مرکز کو اطلاع دیں اگر کوئی پراپرٹی آپکی جماعت میں موجود ہے تو اسکی مکمل فہرست تیار کر کے صہ

صد سالہ جشن تشکر

اللہ تعالیٰ کے بے انتہا فضلوں اور احسانوں کو سمیٹتے ہوئے جماعت احمدیہ دوسری صدی میں داخل ہو چکی ہے اور دوسری صدی کا پہلا سال قریب الاختتام ہے۔ حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق اس سال کو شایان شان طریق سے منانے اور اپنے رب کے حضور ہدیۂ تشکر پیش کرنے کیلئے جماعت احمدیہ مغربی جرمنی نے ایک پروگرام ترتیب دے کر تمام مقامی جماعتوں کو ارسال کر دیا تھا۔ اس پروگرام کے مطابق بہت سی جماعتوں نے انتہائی کامیاب طریقہ سے عمل کر کے اپنی کاروائی کی رپورٹ مرکز کو بھجوا دی ہے۔ ان تمام آمدہ رپورٹوں کو مکمل صورت میں حضور اقدس کی خدمت میں پیش کیا جا چکا ہے جس پر حضور اقدس نے اپنی تقریر بر موقعہ جلسہ سالانہ مغربی جرمنی اور انگلستان ۱۹۸۹ء میں اظہار خوشنودی فرمایا تھا۔

ابھی یقیناً ایسی بہت سی جماعتیں ہوں گی جنہوں نے پروگرام پر عمل تو کیا ہوگا لیکن اپنی رپورٹ نہیں بھجوائی یا کسی وجہ سے مرکز میں نہیں پہنچ سکی۔ اس لیئے ذیل کی لسٹ چیک کر کے ایسی تمام جماعتیں جن کے نام اس لسٹ میں نہیں اپنی رپورٹ جلد سے جلد بھجوا دیں تاکہ سال ختم ہونے سے پہلے جو رپورٹ حضور اقدس کی خدمت میں پیش کرنی ہے اس میں ان تمام جماعتوں کی کارگزاری بھی آجائے جن جماعتوں نے ابھی تک اس سلسلہ میں کوئی عمل نہیں کیا ان سے درخواست ہے کہ سال ختم ہونے میں جو قلیل مدت رہ گئی ہے اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے پروگرام ترتیب دیکر جلد سے جلد اپنی رپورٹ مرکز میں بھجوائیں۔

1. FRANKFURT CITY. 2. BABENHAUSEN. (بقیہ صہ

صہ مکرم امیر صاحب کے نام مرکز فرانکفرٹ ارسال کریں۔

(۶) منتخب عہدیداران نہایت عاجزی اور انکساری سے جماعتی ذمہ داری کو اپنے کمزور کندھوں پر اٹھا کر خدا تعالیٰ سے اس ذمہ داری کو نبھانے کی مدد طلب کرتے ہیں اور اپنے عمل اور کردار سے اس عہدے کی حفاظت کرتے ہیں۔

آخر پر دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ہر ایک کو مقبول خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔ براہ کرم تمام صدران کرام (i) ایک فائل ایسی تیار کریں جس میں مرکز سے خط و کتابت کی ایک کاپی ضرور موجود ہو (ii) اپنی تجنید کا از سر نو جائزہ لیں اور مرکز کو ارسال فرمائیں (iii) پراپرٹی کی فہرست تیار کر کے مرکز کو ارسال فرمائیں (iv) اپنی جماعت کی کارگردگی کی ماہانہ رپورٹ اپنے ریجن کو ارسال کریں۔ — (مبشر احمد باجوہ، نیشنل جنرل سیکرٹری) —

بقیہ : صد سالہ جشن تشکر

3. BAD KARLS HAFEN 4. BAD NAUHEIM 5. BAD-NEUSTADT 6. BEBRA 7. DARMSDADT 8. EGELSBACH 9. FRANKENTHAL 10. FREUDENSTADT. 11. GÖTTINGEN 12. GROSS ROHRHEIM 13. HEIDELBERG 14. HERBORN 15. HERLESHAUSEN. 16. HOMBURG SAAR 17. JOSS GRUND 18. KAISERSLAUTERN 19. KASSEL. 20. KORBACH 21. MAINZ 22. NEUHOF (FULDA) 23. OFFENBACH 24. RIEDSTADT 25. RODGAU 26. SCHLÜCHTERN 27. SELINGEN STADT 28. WEISENHEIM 29. WETTER. 30. HAMBURG MISSION 31. BAD OLDESLOE 32. BAD SEGEBERG 33. AURICH 34. BREME VÖRDE. 35. DITHMARCHEN 36. GIFHORN 37. HANNOVER 38. PINNEBERG 39. NORD HOLZ 40. OBERNKIRCHEN 41. SOLTAU 42. STADE 43. KÖLN MISSION. 44. AACHEN 45. BAD MARIENBERG 46. BERGISCH GLADBACH. 47. BOCHOLT 48. DÜRN 49. BILEFIELD 50. HERFORD 51. HILDEN 52. MINDEN 53. KASBACH 54. KIRCHHUNDEN 55. NEERBUSCH 56. MONTABAUR. 57. MESCHEDE. 58. OSNABRÜCK 59. PLAIDT 60. RADEVORMWALD 61. RATINGEN 62. TRIER 63. STUTTGART MISSION 64. BALINGEN 65. GERNZACH 66. HEILBRON 67. KARLSRUHE 68. MURRHARDT 69. PFORZHEIM 70. WEIBLINGEN 71. BREITENBERG 72. HERSBRUCK. 73. KEMPTEN 74. KULMBACH 75. MERING 76. NÜRNBERG 77. PFARKIRCHEN 78. REGENSBERG 79. VIECHTACH 80. ANSBACH 81. DAUN 82. AUGSBERG 83. HOF 84. MUNICH. 85. NITTENAU.

(MUBASHIR AHMED BAJWA, NATIONAL GEN. SEC.)

تقریب آمین

(۱) مکرم نصیر احمد صاحب خان آف SCHLÜCHTERN کی بیٹی عزیزہ کنول نصیر خان نے ۵ سال ۲½ ماہ کی عمر میں قرآن کریم کا پہلا دور مکمل کر لیا ہے۔

(۲) محترمہ انجمن آراء صاحبہ آف بابن ہاؤزن کے نواسے عزیزم اویس احمد ولد اکرام احمد خان نے ۶ سال کی عمر میں قرآن مجید کا پہلا دور ختم کر لیا ہے۔

(۳) مکرم مرزا عبد الحق صاحب آف PRÜM کے بیٹے عزیزم زاہد مبشر حق نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے قرآن کریم کا پہلا دور مکمل کر لیا ہے۔

احباب جماعت دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ تمام بچوں کو قرآن کریم سے وابستہ برکات کا وارث بنائے۔ اور وہ احمدیت کے روشن ستارے ثابت ہوں

بقیہ : سپورٹس کمیٹی

فٹ بال اطفال : اطفال کی دو ٹیموں نے ایک نمائشی فٹ بال میچ کھیلا۔ جن کھلاڑیوں نے اچھے کھیل کا مظاہرہ کیا اور شائقین سے داد وصول کی ان میں مظفر باجوہ، کاشف باجوہ، احسن باجوہ، عاطف ظہیر الدین، ثاقب کاہلوں، وقاص کاہلوں، شہباز میر، طاہر واگس ہاؤزر، فرید احمد زاہد رسول، عمران قادر، طارق اسمٰعیل نوری، عفان کاہلوں، نور دین کاشف اور منان واگس ہاؤزر شامل ہیں۔

میوزیکل چیئرز ریس : بیس سے زائد مہمانوں نے جن میں انصار بھی شامل تھے میوزیکل چیئرز میں حصہ لیا۔ اس کے بعد پروگرام کے مطابق منعقد ہونے والے "رسّہ کشی" کے مقابلے وقت کی کمی کے باعث اگلے فنکشن تک ملتوی کر دیئے گئے۔ مقابلوں کے اختتام پر صد سالہ جوبلی کمیٹی کے سیکرٹری مکرم چوہدری حمید احمد صاحب نے جشن تشکر کے سپورٹس مقابلوں میں شرکت کرنیوالے تمام کھلاڑیوں میں شرکت کے یادگاری گولڈن سرٹیفکیٹس تقسیم کئے۔ انہوں نے کھلاڑیوں سے مختصر خطاب میں باقاعدگی سے مقابلوں میں شرکت اور مشق کرتے رہنے کی طرف توجہ دلائی۔ صدر سپورٹس کمیٹی چوہدری محمد شریف صاحب خالد نے کھلاڑیوں کو چند نصائح کیں اور دعا کروائی۔ خاکسار نے سب دوستوں کا شکریہ ادا کیا اور اسطرح ہمارے اس روز کے مقابلوں کی تقریب اختتام کو پہنچی۔ ان مقابلہ جات کے انعقاد کے سلسلہ میں مقصود احمد صاحب طاہر، مشتاق احمد صاحب (ڈیٹسن باخ) محمد باقر خالد صاحب اور میر عبد اللطیف صاحب نے بہت تعاون کیا فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

(قمر احمد عطاء - سیکرٹری جوبلی اسپورٹس کمیٹی)

دشتِ طلب

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

کا تازہ منظوم کلام

دشتِ طلب میں جابجا بادلوں کے ہیں دل پڑے
کاش کسی کے دل سے تو چشمۂ فیض اُبل پڑے

بے آسراؤں کے لئے کوئی تو اشکبار ہو،
پیاس بجھے غریب کی تشنہ لبوں کو گل پڑے

بادِ سموم سے چمن درد وں، دکھوں سے لد گیا
آہِ فقیر سے مرے اشک اُبل اُبل پڑے

چشمِ حزیں کے پار اُدھر دردِ نہاں کی جھیل پر
کھلتے ہیں کیوں کسے خبر حسرتوں کے کنول پڑے

سُود و زیاں، سرور و غم، روشنیوں کے زیر و بم،
آس بجھے تو یاس کے دیپ کی لَو اُچھل پڑے

بہکی ہوئی تھی چاند رات، ڈول رہی تھی کائنات
لُوری کی مَے اتر رہی تھی چاند سے جیسے ڈھل پڑے

صبر کا درس ہو چکا اب ذرا حالِ دل سُنا
کہتے ہیں تجھ کو ناصحا! چین نہ ایک پل پڑے

آنکھ میں پھانس کی طرح ہجر کی شب اٹک گئی
اے مرے آفتاب آ رات ٹلے تو کل پڑے

کون رہِ فراق سے، لوٹ کے پھر نہ آ سکا
کس کے نقوشِ منتظر رہ گئے بے محل پڑے

ساقیٔ بے نیاز کی بے سرو پا تلاش میں
دَیر و حرم کو چھوڑ کر رِند نکل نکل پڑے

راہِ بقا میں منزلِ مرگ پہ سب مچل گئے
ہم بھی رُکے رُکے سے تھے اِذن ہُوا تو چل پڑے

○○○

یاد رہے کہ جو شخص اترنے والا تھا وہ عین وقت پر اتر آیا اور آج تمام نوشتے پورے ہو گئے تمام نبیوں کی کتابیں اسی زمانہ کا حوالہ دیتی ہیں۔ عیسائیوں کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ اسی زمانہ میں مسیح موعود کا آنا ضروری تھا۔ اُن کتابوں میں صاف طور پر لکھا تھا کہ آدم سے چھٹے ہزار کے اخیر پر مسیح موعود آئے گا۔ سو چھٹے ہزار کا اخیر ہو گیا۔ اور لکھا تھا کہ اس سے پہلے ذوالسنین ستارہ نکلے گا سو مدت ہوئی کہ نکل چکا۔ اور لکھا تھا اس کے ایام میں سورج اور چاند کو ایک ہی مہینہ میں جو رمضان کا مہینہ ہوگا گرہن لگے گا۔ سو مدت ہوئی کہ یہ پیشگوئی بھی پوری ہو چکی اور لکھا تھا کہ اس کے زمانہ میں ایک بڑے جوش سے طاعون پیدا ہوگی، اس کی خبر انجیل میں بھی موجود ہے، سو دیکھتا ہوں کہ طاعون نے اب تک پیچھا نہیں چھوڑا۔ اور قرآن شریف اور احادیث اور پہلی کتابوں میں لکھا تھا کہ اس کے زمانہ میں ایک نئی سواری پیدا ہوگی جو آگ سے چلے گی اور انہیں دنوں میں اونٹ بیکار ہو جائیں گے اور یہ آخری حصہ کی حدیث صحیح مسلم میں بھی موجود ہے۔ سو وہ سواری ریل ہے جو پیدا ہو گئی۔ اور لکھا تھا کہ وہ مسیح موعود صدی کے سر پر آئے گا سو صدی میں سے بھی اکیس برس گذر گئے، اب تمام نشانوں کے بعد جو شخص مجھے ردّ کرتا ہے وہ مجھے نہیں بلکہ تمام نبیوں کو رد کرتا ہے اور خدا تعالیٰ سے جنگ کر رہا ہے، اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اس کیلئے بہتر تھا۔ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

Herausgeber: Ismail Noori · Verlag: DER ISLAM · Nuur Moschee · Babenhäuser Landstraße 25
D-6000 Frankfurt/M. · Tel. 069/681485 · Telex 416187 islam d · Telegr.-Adr.: »ISLAM« Frankfurt/M.